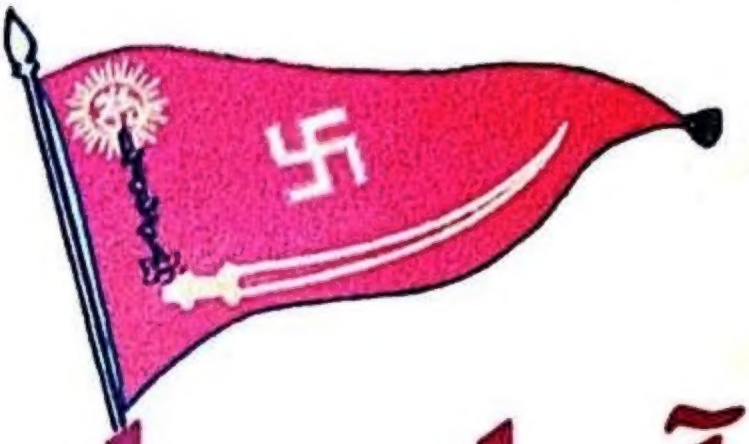

آر۔ایس۔ایس۔

کو پہچانیں

راشٹریہ سویم سیوک سنگھ
اپنی دستاویزات کی روشنی میں

شمس الاسلام

فاروس

آر۔ ایس۔ ایس۔ کو پہچانیں

راشٹریہ سویم سیوک سنگھ اپنی دستاویزات کی روشنی میں

شمس الاسلام

مترجم

شاہانہ خان

فاروس میڈیا

RSS ko Pahchanen — *Kashtriya Swayamsevak Sangh apnee dastaavezaat kee roshni mein*

Author: Shamsul Islam

Translator: Shahana Khan

اس کتاب کے ہندی اور انگریزی کے ایڈیشن موجود ناشر سے حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

جملہ حقوق محفوظ ہیں

فارم اور فارمیٹ / Form and format © Pharos Media 2017

متن / Text © Shamsul Islam 2017

پہلا ایڈیشن First Edition: 2017

دوسرا ایڈیشن (ترمیم شدہ) Second Edition (Revised): 2018

ISBN-10: 81-7221-086-8

ISBN-13: 978-81-7221-086-1

اس کتاب میں موجود مواد کا استعمال تعلیمی اور تشہیر کی غرض سے استعمال میں لایا جا سکتا ہے، جس کی اطلاع مصنف یا پبلیشر کو دینا لازمی ہے اور مناسب کریڈٹ دینا ہوگا۔ لیکن کسی بھی طرح کے کاروباری استعمال کی اجازت نہیں ہے۔

یہ کتاب انگریزی، ہندی، پنجابی، بنگالی، گجراتی، مراٹھی اور ملیالم میں بھی دستیاب ہے۔

مصنف سے رابطہ کرنے کے لئے یہاں ای میل کریں: notoinjustice@gmail.com

ناشر Publishers

Pharos Media & Publishing Pvt Ltd

D-84 Abul Fazl Enclave - 1

Jamia Nagar,

New Delhi-110025, India

Tel. 011-26947483, 26952825, 26942883, 26945825

0-9818120669

ای میل : Email: books@pharosmedia.com

ویب سائٹ : Website: www.pharosmedia.com

مطبع PRINTED IN INDIA at Nice Printing Press

فہرست

حرف آغاز 5

آر ایس ایس کس کی وفادار؟ 7

ترنگے جھنڈے کے خلاف! 7

آئین ہند کے خلاف 9

فیڈرل ڈھانچے کے خلاف 11

جمہوریت سے نفرت 13

آر ایس ایس کی حصے داری جنگ آزادی میں؟ 15

جنگ آزادی کی مخالفت 16

شیاما پرساد مکھرجی : ہندتو کی نمایاں علامت جنہوں نے مسلم لیگ اور برطانوی حکمرانوں کا ساتھ دیا 18

نیتاجی سبھاش چندر بوس کی پیٹھ میں خنجر کا وار 21

آر ایس ایس کا جذبۂ احترام، شہیدوں کے لئے؟ 23

گاندھی جی کے قتل کے بعد آر ایس ایس پر پابندی؟ 25

آر ایس ایس ثقافتی تنظیم؟ 29

ایک آزاد سیاسی جماعت! بھاجپا؟ 30

آر ایس ایس اور سازشیں 32

آر ایس ایس کس کا پیروکار؟ 33

آر ایس ایس کی سماجی سوچ؟ 39

اچھوتوں (دلتوں) کے لئے منو کے قانون 41

ہندو خواتین کے لئے منو کے قانون 42

آر ایس ایس کا ملک — دو قومی نظریہ میں اعتقاد؟ 45

گائے اور ہندُتو: جھوٹ اور سچ 49

ہندوستان میں بیف کا استعمال: تاریخ کے آئینے میں 51

حرف آغاز

1925 میں پیدا ہونے والی تنظیم راشٹریہ سویم سیوک سنگھ (آر ایس ایس) کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اس ملک کی عظیم محافظ ہے، سب سے بڑی وطن پرست ہے اور ملک کے تئیں سچی وفادار ہے۔ اس کے حمایتی لوگ اور ذیلی تنظیمیں مسلسل اس پروپیگنڈہ میں مصروف ہیں کہ آر ایس ایس اور وطن پرستی ایک دوسرے کے مترادف ہیں۔

اس ملک میں کون وفادار ہے کون نہیں، یہ سند دینے کا ذمہ بھی آر ایس ایس نے اپنے سر لے رکھا ہے۔ جب کہ آر ایس ایس ایک ایسی تنظیم ہے جو نہ تو آزاد بھارت کے آئین یا دستورِ اساسی، قومی ترنگے جھنڈے، جمہوریت اور مذہبی میل جول والے قومی جذبے میں یقین رکھتی ہے اور نہ ہی جنگ آزادی سے اس کا کوئی سروکار تھا۔ آر ایس ایس جنگ آزادی کے دوران جاں نثار کرنے والے شہیدوں کو کتنی حقارت سے دیکھتا تھا یہ جان کر کسی کو بھی غصہ آنا لازمی ہے۔ یہ وہی شرارت پسند تنظیم ہے جو ملک کی اقلیتوں کے خلاف مسلسل زہر اگلتی رہتی ہے۔

یہ کتاب آر ایس ایس کی اپنے دستاویزوں کی روشنی میں اس کے اصل چہرے کو لوگوں کے سامنے پیش کرنے کے مقصد سے لکھی گئی ہے۔ آر ایس ایس اچھوتوں، دلتوں اور خواتین کے بارے میں جو شرمناک اور سطحی نظریہ رکھتا ہے، اس سے متعلق اسناد بھی اس کتاب میں موجود ہیں۔ آر ایس ایس کے دستاویزات اور کارروائیوں سے یہ بہت واضح ہو جاتا ہے کہ وہ قومی آئین، ترنگے جھنڈے، جمہوریت اور سیکولرزم کے بارے میں کتنی شرمناک سوچ رکھتا ہے۔ آر ایس ایس کے دستاویزوں سے جنگ آزادی میں اس تنظیم کی غداری کے چونکانے والے حقائق بھی سامنے آتے ہیں۔

آر ایس ایس کی دستاویزات میں موجود حقائق یقیناً ان لوگوں کو بہت مایوس کریں گے جو ابھی تک یہ مانتے رہے ہیں کہ آر ایس ایس انگریزوں کی غلامی سے ملک کو آزاد کرانا چاہتا تھا یا آزاد بھارت کے جمہوری آئینی نظام کے لئے وفادار ہے۔ اس تنظیم کی مختلف اشاعتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آر ایس

ایس ملک کے لئے ایک بڑا خطرہ ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جانا چاہئے۔ خاص طور پر ایسے حالات میں جب کہ 1998 سے 2004 تک ملک کے وزیر اعظم رہنے والے اٹل بہاری واجپائی اور نائب وزیر اعظم، لال کرشن اڈوانی اور موجودہ وزیر اعظم نریندر مودی اور ان کے ہمجولیوں نے لگاتار یہ بتایا ہو کہ ان کے لئے آر ایس ایس کی حیثیت وہی ہے جو جواہر لال نہرو کے لئے گاندھی جی کی تھی۔ یہ حضرات بار، بار اس حقیقت کو دہرا چکے ہیں کہ وہ آر ایس ایس کے سویم سیوک (رضاکار) ہیں۔ لال کرشن اڈوانی نے تو آر ایس ایس کو بھی بھارتیہ جنتا پارٹی کے لئے 'ناف نلی' ہونے کی مثال تک دے ڈالی تھی۔ اس سے ان کی مراد تھی کہ آر ایس ایس ان کے لئے اسی طرح خوراک کا انتظام کرتا ہے جس طرح ایک ماں اپنے حمل میں پل رہے بچے کو زندہ رکھنے کے لئے ناف کے ذریعہ غذا پہنچاتی ہے۔ اسی طرح مودی بھی اپنے آپ کو آر ایس ایس کے ذریعے گڑھا ہوا بتاتے نہیں تھکتے ہیں۔ آر ایس ایس کا اس طرح بڑھتا اثر ہمارے جمہوری اور سیکولر ملک کو کتنے خطرناک بحران میں دھکیل سکتا ہے، اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔ آر ایس ایس اب حاشیہ پر پڑی ہوئی کوئی تنظیم نہیں بلکہ اب وہ اپنے خطرناک سیاسی ایجنڈے کو پورا کرنے میں لگی ہوئی ہے۔ یہ جمہوری، سیکولر بھارت کو ایک مذہبی ریاست یعنی ہندو راشٹر میں تبدیل کرنے کے لئے سرگرم عمل ہے۔ اگر ملک کے سبھی باشندے اس اندرونی دشمن کی طرف سے خبردار نہ ہوئے تو ملک کو تباہ و برباد ہونے سے کوئی نہیں بچا پائے گا۔

شمس الاسلام

دہلی جنوری 2017

notoinjustice@gmail.com

نوٹ: اس کتاب میں پیش کردہ سبھی حوالے آر ایس ایس کی اشاعتوں سے لئے گئے ہیں۔

آر ایس ایس کس کی وفادار؟

ترنگے جھنڈے کے خلاف!

آر ایس ایس نہ تو جنگ آزادی کے قومی جھنڈے کے تئیں وفاداری میں یقین رکھتا تھا اور نہ ہی آزادی کے بعد رکھتا ہے۔ دسمبر 1929 میں کانگریس نے اپنے لاہور اجلاس میں مکمل خود مختاری (پورنا سواراج) کو قومی نصب العین قرار دیتے ہوئے لوگوں کو دعوت دی تھی کہ 26/ جنوری 1930ء کو ملک بھر میں ترنگا جھنڈا لہرائیں اور یوم آزادی منائیں۔ اس کے جواب میں آر ایس ایس کے اس وقت کے سرسنگھ چالک (سربراہ) ڈاکٹر ہیڈگیوار نے ایک حکم نامہ جاری کر کے آر ایس ایس کی تمام شاکھاؤں کو بھگوا جھنڈے کو پوجنے کا حکم دیا۔ اس کا مقصد صاف تھا کہ ملی جلی آزادی کی لڑائی کی نشانی، ترنگے جھنڈے کو درکنار کر دیا جائے۔

آر ایس ایس نے کبھی بھی قومی جھنڈے کا احترام تو نہیں کیا لیکن اسے اپنے مفاد کے لیے ضرور استعمال کرتا رہا۔ اس کے رضاکار کشمیر کے دارالحکومت سری نگر کے لال چوک میں دھوم دھڑاکے سے ترنگے جھنڈے کو لہرا کر اور اسلامی مدرسوں پر اسے لگانے کی مانگ کر کے 'ملک مخالف' طاقتوں کو چیلنج کرنے کا ڈھکوسلہ ضرور کرتے ہیں، تاکہ اس سے انہیں کافی شہرت حاصل ہو۔ لیکن اس سچائی کو کوئی نہیں جھٹلا سکتا کہ جنگ آزادی کے دوران جب ترنگا جھنڈا، انگریز سرکار کے خلاف ہندوستانی رعایا کی متحدہ جدوجہد کی علامت تھا تب بھی آر ایس ایس کے لئے اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی اور آج جب کہ یہ قومی جھنڈا ہے آر ایس ایس اسے بدنام کرنے کا کوئی موقع نہیں چھوڑتا۔

14 جولائی 1946ء کو آر ایس ایس کے سرسنگھ چالک ایم ایس گولوالکر نے 'گرو پورنما' کے موقع پر ناگپور میں ایک جلسے میں ہر بار کی طرح پھر سے دعویٰ کیا کہ صرف "بھگوا جھنڈا ہی مجموعی طور پر

عظیم ہندوستانی تہذیب کی علامت ہے"[1]۔انہوں نے یہ بھی اعلان کیا کہ کیسریا جھنڈا ہی بھگوان کا روپ ہے۔ گولوالکر نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ:

> ہماری عظیم تہذیب کا مکمل تعارف دینے والی علامت ہمارا بھگوا جھنڈا ہے جو ہمارے لئے بھگوان کی طرح ہے۔اسی لئے پوجنے لائق اس جھنڈے کو ہم نے اپنے گورو کی جگہ رکھنا مناسب سمجھا ہے۔ہمارا کامل یقین ہے کہ آخر میں اسی جھنڈے کے سامنے سارا ملک سرنگوں ہوگا۔[2]

آزادی کے بعد جب ترنگا قومی جھنڈا بن گیا تب بھی آر ایس ایس نے اس کو اپنانے سے انکار کر دیا۔ گولوالکر نے قومی جھنڈے کے موضوع پر اپنے مضمون "پتن ہی پتن" (زوال ہی زوال) میں لکھا:

> "ہمارے لیڈروں نے ہمارے ملک کے لئے ایک نیا جھنڈا تجویز کیا ہے۔انہوں نے ایسا کیوں کیا؟ یہ تباہی کی طرف بہنے اور نقلچی پن کا واضح ثبوت ہے"۔[3]

گولوالکر آگے چل کر اپنے اسی مضمون میں اُس سوچ کا مذاق اڑاتے ہیں جس کے تحت ترنگے جھنڈے کو ہندوستان کے عوام کے اتحاد کی علامت مان کر قومی جھنڈے کی شکل میں اپنایا گیا۔ان کا کہنا تھا:

> کون کہہ سکتا ہے کہ یہ ایک صحیح اور صحت مند قومی نظریہ ہے؟ یہ تو صرف ایک سیاسی جوڑ توڑ تھی صرف کام چلاؤ فوری حل تھا۔یہ کسی قومی نظریے، قومی تاریخ اور روایت پر مبنی کسی سچائی سے متاثر نہیں تھا۔وہی جھنڈا آج کچھ چھوٹی موٹی تبدیلیوں کے ساتھ قومی جھنڈے کی شکل میں اپنا لیا گیا ہے۔ ہمارا ایک قدیم اور عظیم ملک ہے جس کا شاندار ماضی رہا ہے تب کیا ہمارا اپنا کوئی جھنڈا نہیں تھا؟ کیا ہزاروں سالوں میں ہمارا کوئی قومی

---

1 ایم ایس گولوالکر، شری گروجی سمگر درشن، بھارتیہ ساد ھنا، ناگپور، حصہ اول ص 18

2 مصدر سابق، ص98

3 ایم ایس گولوالکر، وچار نونیت، گیان گنگا، جے پور، 1987، ص237

نشان نہیں تھا؟ یقیناً وہ تھا، پھر ہمارے دماغوں کا یہ کھوکھلا پن کیوں؟[4]

ملک کی آزادی کے موقع پر جب پورا ملک لال قلعے پر ترنگے جھنڈے کو لہراتے دیکھنے کے لئے مشتاق تھا، آرایس ایس نے اپنے انگریزی ترجمان اخبار "آرگنائزر" میں (14/اگست، 1947) کو، قومی جھنڈے کے طور پر ترنگے جھنڈے کے چنے جانے پر زبردست تنقید کرتے ہوئے لکھا:

> جو لوگ قسمت کی چال سے حکمراں بن بیٹھے ہیں وہ بھلے ہی ہمارے ہاتھوں میں ترنگے کو تھمادیں لیکن ہندو اِسے نہ کبھی اپنائیں گے اور نہ کبھی اِس کی عزت کریں گے۔ تین کا ہندسہ اپنے آپ میں بُرا ہے اور ایک ایسا جھنڈا جس میں تین رنگ ہوں، بے حد خراب نفسیاتی اثر ڈالے گا اور ملک کے لئے نقصان دہ ہوگا۔
>
> آرایس ایس ہندوستان کے قومی جھنڈے کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس کو ہٹا کر بھگوا جھنڈے کو قومی جھنڈا بنانے کی مانگ کرتا آیا ہے لیکن اسلامی مدارس کے خلاف اپنی مہم چلاتے ہوئے ان پر ترنگا جھنڈا لہرانے کی مانگ بھی کرتا ہے یعنی مسلمانوں کو دھمکانے کے لئے ترنگے جھنڈے کا استعمال کرتا ہے۔ اس کے دوغلے پن کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ ہندوؤں کے لئے بھگوا جھنڈا چاہتا ہے اور مسلمانوں کو ترنگا جھنڈا لہرانے کا حکم جاری کرتا ہے۔

آئین ہند کے خلاف

آرایس ایس کے رضاکار ہندوستان کے جمہوری اور سیکولر آئین میں کتنا یقین رکھتے ہیں، اس کا اندازہ آرایس ایس کی 'شاکھاؤں' (وہ جگہیں جہاں آرایس ایس کے ممبران کو لاٹھی کے ساتھ ٹریننگ دی جاتی ہے اور ہندو قومیت کے سبق پڑھائے جاتے ہیں) میں پڑھی جانے والی 'دعا' (پرارتھنا) اور

---

[4] مصدر سابق، ص237

'عہد' (پرتگیا) سے لگایا جاسکتا ہے۔ 'دعا' میں ہمارے دیش کے سیکولر روپ کو خارج کر کے اسے ''ہندو بھومی'' کا نام دیا گیا ہے۔

پرارتھنا کے لفظ یہ ہیں:

> اے شفیق مادر وطن! میں تمہیں متواتر سلام کرتا ہوں! اے ہندو سرزمین! تو نے ہی مجھے آسودگی بخشی ہے۔ اے مبارک مادر پاک! تیرے لئے ہی میری جان قربان ہو۔ تمہیں میں لاتناہی سلام کرتا ہوں۔ اے قادر کل خدا! یہ ہم ہندو قوم کے اعضاء، تمہیں باادب سلام کرتے ہیں۔ تمہارے ہی کام کے لئے ہم نے اپنی کمر کسی ہے۔ اُسی کی کامیابی کے لئے ہمیں دعائیں دو۔ پورے عالم کے لئے ایسی کامیاب قوت، جسے دنیا میں کوئی جیت نہ سکے، جس کے سامنے سارا عالم جھک جائے۔ ایسا بلند اخلاق اور دانشمندانہ رضامندی ہماری پُرخار راہوں کو آسان کرے، ایسا علم ہمیں دو۔ [5]

یہ جان کر بھی لوگوں کو حیرت ہو سکتی ہے کہ آر ایس ایس کے رضاکار ہندوستان کے موجودہ جمہوری سیکولر آئینی ڈھانچے کو محفوظ رکھنے کے بجائے مندرجہ ذیل عہد (پرتگیا) کرتے ہیں:

> قادر کل بھگوان اور اپنے آباواجداد کو یاد کر کے میں عہد کرتا ہوں کہ اپنے پاک ہندو مذہب، ہندو تہذیب اور ہندو معاشرے کی حفاظت کر کے ہندو راشٹر کی ہمہ گیر ترقی کے لئے ہی آر ایس ایس کا جز بنا ہوں۔ تنظیم کا کام میں معتبر بن کر، بے غرضی اور عقل کے ساتھ تن من دھن سے کروں گا اور اس عہد کی ہی تاحیات تعمیل کروں گا۔ بھارت ماتا کی جے۔ [6]

---

[5] آر ایس ایس، شاکھا دریشکا، گیان گنگا، جے پور، 1997، ص 1

[6] مصدر سابق، ص 66

بی جے پی سے جڑے ہندوستان کے موجودہ وزیر اعظم مودی اور دیگر وزراء جو اپنے آپ کو بچپن سے ہی آر ایس ایس کا رضاکار ہونے کا دعوی کرتے ہیں، ان سے اس ملک کے باشندے یہ ضرور جاننا چاہیں گے کہ یہ لوگ جمہوری و سیکولر ہندوستان کے وفادار ہیں، یا وہ آر ایس ایس میں سکھائی گئی دعا اور عہد کے تحت جمہوری و سیکولر ہندوستان کو تباہ کر کے ہندو ریاست بنانے کے کام میں محو ہیں۔ انہیں یہ ضرور بتانا ہوگا کہ وہ کس کے تئیں وفادار ہیں۔

ہندوستان کے موجودہ آئین کے بارے میں گولوالکر کے خیالات بھی کم چونکانے والے نہیں ہیں۔ آر ایس ایس کے اس ''عظیم'' فلسفی کے مطابق:

> ہمارا ملکی آئین بھی مغربی ممالک کے مختلف دستوروں میں سے لی گئی مختلف دفعات کے ایک بھاری بھر کم اور بے میل عناصر کا مجموعہ ہے۔ اس میں ایسا کچھ بھی نہیں جس کو ہم اپنا کہہ سکیں۔ اس کے رہنما اصولوں میں کیا ایک بھی لفظ اس بارے میں دیا گیا ہے کہ ہمارا ملکی نصب العین اور ہماری زندگی کا اصل مقصد کیا ہے؟ نہیں۔ [7]

ہم آگے چل کر دیکھیں گے کہ کس طرح آر ایس ایس نے بھارت کے موجودہ جمہوری اور سیکولر آئین کو رد کر کے برہمن وادی منو کے قانونوں کو لاگو کرنے کی زوردار وکالت کی۔

فیڈرل ڈھانچے کے خلاف

فیڈرل (وفاقی) نظام بھارتیہ آئین کا ایک اہم جز ہے۔ آر ایس ایس بھارت کے فیڈرل ڈھانچے کے تئیں کتنا لگاؤ رکھتا ہے، اس کا اندازہ گولوالکر کی کتاب 'وچار نونیت' کے ایک باب 'ایکاتمک شاسن کی انیواریتا' (مرکزیت کی ضرورت) کو پڑھنے سے ہو جائے گا۔ اس باب میں صرف ایک مرکزی سرکار کے وجود والے نظام کو فوراً لاگو کرنے کی ضرورت اور طریقے بتاتے ہوئے گولوالکر لکھتے ہیں:

---

[7] وچار نونیت، ص 237

اس مقصد کی راہ میں سب سے اہم اور پر اثر قدم یہ ہوگا کہ ہم اپنے ملک کے قانون سے فیڈرل ڈھانچے کی مکمل گفتگو کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں، ایک ریاست یعنی بھارت کے تحت کسی بھی ریاست یا ریاستی سرکار کے وجود کو مٹا دیں۔ ایک دیش، ایک ریاست، ایک انتظامیہ، کا اعلان کریں۔ اس میں جزوی علاقائی، فرقہ وارانہ، زبانی اور دوسری طرح کے فخر کا نشان بھی نہیں ہونا چاہئے۔ ہندوستانی آئین کی از سر نو جانچ اور از سر نو تحریر ہو۔[8]

گولوالکر نے، جنہیں بھاجپائی نیتا اپنا گاندھی مانتے ہیں، 1941 میں قومی یکجہتی کونسل کے پہلے اجلاس کے لئے ایک پروانہ بھیجا۔ اس پروانے میں انہوں نے ہندوستان میں فیڈرل ڈھانچے کو ختم کرنے کی زوردار وکالت کرتے ہوئے لکھا:

آج کا وفاقی نظام علیحدگی کے جذبات پیدا کرنے اور بڑھاوا دینے والا، ایک قومی جذبے کی سچائی کو ایک طرح سے ختم کرنے والا ہے۔ اس کو جڑ سے ہی ہٹا کر از سر نو آئین ہند کو بدل کر صرف مرکزی سرکار والا نظام قائم کرنا ہوگا۔[9]

آر ایس ایس فیڈرل نظام سے کس حد تک نفرت کرتا ہے، اس کا اندازہ اس بات سے ہی لگایا جا سکتا ہے کہ گولوالکر مہاراشٹر صوبے کی تعمیر کے نہ صرف سخت مخالف تھے بلکہ ایک سیاستداں کے طور پر نئے صوبے کی تعمیر کے خلاف جلسوں میں کھل کر تقریر کرتے تھے۔ بمبئی (اب ممبئی) میں صوبائیت مخالف تنظیم کی صدارت کرتے ہوئے گولوالکر نے کہا تھا:

میں ایک ملک، ایک ریاست کی تائید کرتا ہوں، بھارت میں صرف مرکزی حکومت ہونی چاہئے اور نظام حکومت کے نظریے سے صوبے صرف علاقوں کے نام سے جانے جانے

---

[8] مصدر سابق، ص 227

[9] سمگر درشن، حصہ سوم، ص 128

چاہئیں۔[10]

فیڈرل نظام کے خلاف آر ایس ایس کے ان اِنتہا پسند خیالات کو جاننے کے بعد یہ اچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ مرکز اور ریاستوں کی سرکاروں میں موجود اس کے رضاکار بھارت کے فیڈرل نظام کو، جو کہ بھارتیہ آئین کا ایک بنیادی جز ہے، برباد کرنے میں کتنے جی جان سے لگے ہیں۔ اس کا ایک شرمناک پہلو یہ بھی ہے کہ آر ایس ایس ایک طرف تو فیڈرل نظام کے پورے طور پر خلاف ہے اور دوسری طرف ملک کے مختلف صوبوں میں سرکاریں بھی چلا رہا ہے۔ مودی سرکار نے جس طرح 2016 میں اتراکھنڈ اور اروناچل ریاستوں میں کانگریس کی جمہوری سرکاروں کو برخاست کیا اور ان برخاستگیوں کے خلاف سپریم کورٹ نے مداخلت کرتے ہوئے ان سرکاروں کو بحال کرایا، وہ فیڈرل نظام کے خلاف آر ایس ایس کے ایجنڈے کا ہی پردہ فاش کرتے ہیں۔

جمہوریت سے نفرت

آر ایس ایس اپنے جنم سے ہی جمہوریت سے نفرت کرتا رہا ہے اور یہ مطالبہ کرتا رہا ہے کہ بھارت میں ایک تاناشاہی نظام لاگو ہو۔ گولوالکر نے 1940 میں آر ایس ایس کے ہیڈ آفس، ریشم باگ، ناگپور میں ملک بھر سے آئے چوٹی کے 1350 رضاکاروں کے سامنے جمہوریت کے خلاف زہر اگلتے ہوئے کہا:

> ایک جھنڈے کے نیچے، ایک لیڈر کی رہنمائی میں ایک ہی فلسفہ سے متاثر ہو کر، راشٹریہ سویم سیوک سنگھ اس عظیم دھرتی کے کونے کونے میں ہندتو کی چمک دار مشعل کو روشن کر رہا ہے۔[11]

---

[10] مصدر سابق، ص 70

[11] شری گروجی سمگر درشن، حصہ 1، ص 11

ایک جھنڈا، ایک رہنما اور ایک فلسفہ، یہ وہی نعرہ ہے جو جرمنی میں ہٹلر کی قیادت میں نازی پارٹی اور اٹلی میں مسولینی کی قیادت والی فاشسٹ پارٹی نے بلند کیا تھا۔ آر ایس ایس نے یہ نظریہ ان تاناشاہی جماعتوں سے ہی ادھار لیا ہے۔ اس میٹنگ کی خاص بات یہ تھی کہ اس میں مہمان خصوصی کے طور پر ہندو مہاسبھا کے اہم لیڈر شیاما پرساد مکرجی بھی موجود تھے۔ یہ وہ ہی مکرجی ہیں جنہوں نے 1942 میں بنگال کی مسلم لیگی سرکار میں نائب وزیر اعلیٰ کی کرسی سنبھالی تھی۔

آر ایس ایس کی حصے داری جنگ آزادی میں ؟

آر ایس ایس کے جنم داتا ڈاکٹر کے۔بی۔ہیڈگیوار اور ان کے ولی عہد گرو گولوالکر نے انگریز حکمرانوں کے خلاف کسی بھی تحریک میں کبھی کوئی حصہ نہیں لیا۔ یہ لوگ جنگ آزادی کی تحریکوں کو کس حد تک ناپسند کرتے تھے، اس کا اندازہ جناب گرو گولوالکر کے ان الفاظ سے لگایا جاسکتا ہے:

معمولات میں ہر وقت محو رہنے کے خیال کی ضرورت کی ایک اور بھی وجہ ہے: وقت وقت پر ملک میں پیدا شدہ حالات کی وجہ سے دل میں بہت ہلچل رہتی ہے۔ سنہ 1942 (انگریزوں بھارت چھوڑو تحریک) میں ایسی ہلچل ہوئی تھی۔ اس سے پہلے سنہ 1930-1931 (سول نافرمانی تحریک) میں بھی ایسی جدوجہد ہوئی تھی۔ اس وقت کئی لوگ ڈاکٹر جی (ہیڈگیوار) کے پاس گئے تھے۔ اس اعلیٰ سطحی وفد نے ڈاکٹر جی سے التجا کی کہ اس تحریک سے آزادی مل جائے گی اور تنظیم کو پیچھے نہیں رہنا چاہئے۔ اس وقت ایک شخص نے جب ڈاکٹر جی سے کہا کہ وہ جیل جانے کے لئے تیار ہے، تو ڈاکٹر جی نے کہا 'ضرور جاؤ لیکن آپ کی غیر موجودگی میں آپ کے گھر کی ذمہ داری کون انجام دے گا؟' اس شخص نے کہا، 'دو سال تک صرف گھر چلانے کے لئے نہیں بلکہ ضرورت کے مطابق جُرمانہ بھرنے کا انتظام بھی انہوں نے کر رکھا ہے'۔ تو ڈاکٹر جی نے کہا 'گھر چلانے کا پورا انتظام کیا ہوا ہے تو اب تنظیم (آر ایس ایس) کا ہی کام کرنے کے لئے نکلو'۔ گھر جانے کے بعد وہ شخص نہ جیل گیا نہ آر ایس ایس کا کام کرنے کے لئے باہر نکلا۔[12]

---

12 سمگر درشن، حصہ چہارم، ص 39-40

گولوالکر کے مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ آر ایس ایس کا مقصد عام لوگوں میں ناامیدی اور مایوسی پیدا کرنا تھا، خاص طور سے ان حب الوطن لوگوں میں جو انگریز حکومت کے خلاف کچھ کر گزرنے کی خواہش لے کر گھر سے آتے تھے۔

1942 کی بھارت چھوڑو تحریک کے بارے میں اگر آر ایس ایس کا رویہ جاننا ہو تو انہی گرو گولوالکر کے اس شرمناک قول کو پڑھنا کافی ہوگا:

> سنہ 1942 میں بھی کئی لوگوں کے دل میں زبردست بے قراری چل رہی تھی، اس وقت بھی سنگھ (آر ایس ایس) کا روزمرہ کا کام چلتا رہا۔ براہ راست سنگھ نے کچھ نہ کرنے کا عہد کیا۔ لیکن سنگھ کے رضاکاروں کے دل و دماغ میں اتھل پتھل چل رہی تھی۔ سنگھ ناکارہ لوگوں کی تنظیم ہے، ان کی باتوں کے کچھ معنی نہیں۔ ایسا صرف باہر کے لوگوں نے ہی نہیں کہا، اپنے رضاکاروں نے بھی کہا۔ وہ بہت ناراض بھی ہوئے۔ [13]

جنگ آزادی کی مخالفت

اس طرح آر ایس ایس کے مفکر جناب گروجی سے ہمیں یہ تو پتہ چل جاتا ہے کہ آر ایس ایس نے بھارت چھوڑو تحریک کی تائید میں 'براہ راست' کسی بھی طرح حصہ نہیں لیا لیکن آر ایس ایس کی کسی اشاعت، دستاویز یا خود گولوالکر کے کسی قول سے آج تک یہ پتہ نہیں لگ پایا ہے کہ آر ایس ایس نے بلا واسطہ بھارت چھوڑو تحریک میں کسی طرح حصہ لیا تھا۔ گولوالکر کا یہ کہنا کہ بھارت چھوڑو تحریک کے وقت آر ایس ایس کا روزمرہ کا کام جوں کا توں چلتا رہا، بہت بامعنی ہے۔ یہ روزمرہ کا کام کیا تھا؟ اسے سمجھنا ذرا بھی مشکل نہیں ہے۔ یہ کام تھا ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان خلیج پیدا کرنا اور اسے گہرا کرنا۔ اس نیک کام کے لئے ممنون انگریز حکمرانوں نے انہیں نوازا بھی۔ یہ بات قابل غور ہے کہ انگریزی حکومت نے آر ایس ایس پر کبھی بھی پابندی نہیں لگائی۔

---

[13] مصدر سابق، ص 40

حقیقت یہ ہے کہ گولوالکر نے خود بھی کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ آرایس ایس انگریز مخالف تھا۔ انگریز حکمرانوں کے چلے جانے کے بعد گولوالکر نے 1960 میں اندور (مدھیہ پردیش) میں ایک تقریر کرتے ہوئے کہا:

> کئی لوگ پہلے اس ترغیب سے کام کرتے تھے کہ انگریزوں کو نکال کر ملک کو آزاد کرانا ہے۔ انگریزوں کے رسمی طور پر چلے جانے کے بعد یہ ترغیب ڈھیلی پڑ گئی۔ حقیقت میں اتنی ہی ترغیب رکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ہمیں یاد ہوگا کہ ہم نے آرایس ایس کی 'پرتگیا' (عہد) میں مذہب اور تہذیب کی حفاظت کر کے ملک کی آزادی کا ذکر کیا ہے، اس میں انگریزوں کے جانے نہ جانے کا ذکر نہیں ہے۔[14]

آرایس ایس ایسی کسی بھی ایسی کارروائی سے گریز کرتا تھا جو انگریز حکومت کے خلاف ہو۔ آرایس ایس کے ذریعے شائع کی گئی ڈاکٹر ہیڈگیوار کی سوانح حیات میں بھی اس حقیقت کو چھپایا نہیں جا سکا ہے۔ جنگ آزادی میں ڈاکٹر صاحب کے رول کا ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ:

> آرایس ایس کے جنم کے بعد ڈاکٹر صاحب اپنی تقریروں میں ہندو تنظیم کے بارے میں ہی بولا کرتے تھے۔ حکومت پر سیدھے تبصرہ نہ کے برابر ہوا کرتا تھا۔[15]

ایک ایسے وقت میں جب بھگت سنگھ، راج گرو، اشفاق اللہ خان، رام پرساد بسمل، چندر شیکھر آزاد، اور راجندر لہری جیسے سیکڑوں نوجوان ذات پات، اور مذہبی بھید بھاؤ کو بھلا کر بھارت کو انگریزوں کی غلامی سے آزاد کرانے کے لئے اپنی جان نثار کر رہے تھے، ہیڈگیوار اور ان کے پیروکار ملک کا دورہ کرتے ہوئے صرف ہندو راشٹر اور ہندو تہذیب تک ہی خود کو محدود رکھتے تھے۔ یہی کام مسلم لیگ

---

14 سمگر درشن، حصہ اول، ص 61-62

15 مصدر سابق، حصہ اول، ص 61-62

کر رہی تھی۔ ظاہر ہے کہ ہندو۔ مسلمان کے بیچ تفرقے سے فائدہ صرف انگریز حکمرانوں کو ہی ہونا تھا۔

شیاما پرساد مکھرجی : ہندتو کی نمایاں علامت جنہوں نے مسلم لیگ اور برطانوی حکمرانوں کا ساتھ دیا

ہندتو برگیڈ ڈاکٹر شیاما پرساد مکھرجی کو ایک ایسا عظیم وطن پرست اور دیش بھکت قرار دیتا ہے، جس نے ملک کے اتحاد اور سالمیت کی خاطر اپنی جان قربان کر دی۔ نریندر مودی نے انھیں ایک عظیم سیاسی لیڈر، مفکر اور دیش بھکت قرار دیا، جس نے ملک کے اتحاد کو مضبوط کرنے کے لیے اپنی پوری زندگی وقف کر دی۔ ڈاکٹر مکھرجی کی دیش بھکتی کے تعلق سے جو کچھ کہا جاتا ہے، اس کی تصدیق اس وقت کے دستاویزات سے کی جا سکتی ہے — خواہ وہ دستاویز آر ایس ایس اور ہندو مہا سبھا کے آرکائیوز ہی سے کیوں نہ لیے گئے ہوں۔ ان دستاویزات کے مطالعے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ڈاکٹر شیاما پرساد مکھرجی کے ایک 'مخلص اور پیدائشی دیش بھکت' ہونے کے دعوے سفید جھوٹ ہیں۔ ڈاکٹر مکھرجی نے استعماری حکومت کے خلاف تحریکِ آزادی میں کبھی حصہ نہیں لیا۔ اگر دیش بھکتی یا وطن پرستی کا مطلب جنگِ آزادی میں حصہ لینا اور اس جدوجہد کے لیے خود کو قربان کرنا ہے، تو ڈاکٹر مکھرجی کسی بھی پیمانے پر دیش بھکت اور وطن پرست ثابت نہیں ہوتے۔ ڈاکٹر مکھرجی نے نہ صرف جنگِ آزادی سے فاصلہ برقرار رکھا، بلکہ انھوں نے برطانوی حکمرانوں اور مسلم لیگ کے ساتھ مل کر برٹش مخالف تحریکِ آزادی کو کچلنے اور اسے فرقہ وارانہ بنیاد پر پولرائز کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ انھوں نے تحریکِ آزادی کے ساتھ غداری کی۔

آزادیِ ہند سے قبل وہ ہندو مہا سبھا کے معروف اور سرکردہ لیڈروں میں سے ایک تھے۔ ہندو مہا سبھا کی قیادت وی ڈی ساور کر کر رہے تھے۔ جب 1942ء میں کانگریس نے برطانوی حکمرانوں سے فوراً 'بھارت چھوڑو' کا مطالبہ کیا اور 'بھارت چھوڑو' تحریک شروع کی، تب انگریز سرکار نے اس

تحریک کے خلاف استبدادی کارروائی شروع کی۔ کانگریس پر پابندی لگادی گئی۔ کانگریس کی ریاستی حکومتوں کو کالعدم کر دیا گیا اور پورے ملک کو ایک وسیع و عریض جیل میں تبدیل کر دیا گیا۔ برطانوی حکمرانوں اور دیسی راجاؤں کی فوجوں کے ذریعے کی گئی استبدادی کارروائی میں ہزاروں لوگ مارے گئے۔ کئی لوگوں کو صرف اس لیے اپنی جانیں گنوانی پڑیں؛ کیوں کہ وہ اپنے ہاتھوں میں ترنگا جھنڈا تھامے ہوئے تھے۔ ہندو قوم پرست تنظیموں — ہندو مہاسبھا و آرایس ایس — اور مسلم قوم پرست تنظیم مسلم لیگ نے نہ صرف 'بھارت چھوڑو' تحریک کا بائیکاٹ کیا، بلکہ اس تحریک کو کچلنے میں برطانوی حکومت کا ساتھ بھی دیا۔

ہندو مہاسبھا کے صدر 'ویر' ساور کر نے ہندو مہاسبھا اور مسلم لیگ کی اس گروہ بندی کا ذکر سنہ 1942ء میں کانپور میں منعقد ہندو مہاسبھا کے چوبیسویں اجلاس میں دیے گئے اپنے صدارتی خطاب میں کیا۔ اس حیران کن اعتراف کی تفصیل اس کتاب کے آخری باب میں دی گئی ہے۔

ہندو مہاسبھا کی جانب سے اپنے کارکنان کو انگریزوں کے ساتھ تعاون کرنے کی ہدایت دینے کے بعد، ہندتوادیوں کے نمایاں لیڈر ڈاکٹر شیاما پرساد مکھرجی نے مورخہ 26، جولائی 1942ء کو تحریر شدہ اپنے خط میں اپنے انگریز آقاؤں کو اس بات کا اطمینان دلایا کہ وہ ان کے ساتھ ہیں۔ انھوں نے لکھا:

> "اب میں اس صورت حال کا ذکر کروں گا، جو کانگریس کی جانب سے شروع کی گئی تحریک کے سبب صوبے میں پیدا ہو سکتی ہے۔ ایسا کوئی بھی شخص، جو دورانِ جنگ عوامی جذبات کو بھڑکائے نیز جس کی وجہ سے اندرونی خلفشار اور احساسِ عدم تحفظ پیدا ہو، اس کی مخالفت کرنا ہر اُس حکومت کا فرض ہے جو اس وقت برسرِ کار ہو۔"[16]

---

16 Syama Prasad Mookarjee, *Leaves from a Diary*. Oxford University Press, Delhi, 179.

بنگال کے گورنر کو تحریر کیے گئے اپنے ایک خط میں انھوں نے 'بھارت چھوڑو' تحریک کو کچلنے کے لیے ٹھوس مشورے دیے۔ اس وقت حکومتِ بنگال کی قیادت فضل الحق کر رہے تھے اور ہندو مہاسبھا، برسرِ اقتدار اتحاد کا جزو تھی (مکھرجی صوبے کے نائب وزیر اعلیٰ تھے)۔ انھوں نے لکھا:

"سوال یہ ہے کہ بنگال میں اس (بھارت چھوڑو) تحریک سے کیسے نمٹا جائے؟ صوبے کی انتظامیہ اس طرح سے چلائی جانی چاہیے کہ کانگریس کی جانب سے ہر ممکن کوشش کرنے کے باوجود، یہ تحریک صوبے میں جڑ پکڑنے میں ناکام رہے۔ ہم لوگوں، خصوصاً ذمہ دار وزراء کو چاہیے کہ عوام کو یہ سمجھائیں کہ کانگریس نے جس آزادی کو حاصل کرنے کے لیے یہ تحریک شروع کی ہے، وہ آزادی عوامی نمائندوں کو پہلے ہی سے حاصل ہے۔ کچھ معاملوں میں ہنگامی صورتِ حال میں یہ آزادی کچھ محدود ہو سکتی ہے۔ ہندستانی باشندوں کو انگریزوں پر اعتماد کرنا چاہیے — برطانیہ کی خاطر نہیں، اور نہ ایسے کسی فائدے ہی کی خاطر جو انگریزوں کو اس سے ہوگا — بلکہ صوبے کی حفاظت اور آزادی برقرار رکھنے کے لیے۔ بطور گورنر آپ صوبے کے آئینی سربراہ ہوں گے اور پوری طرح سے اپنے وزیر کے مشورے سے کام کریں گے۔"[17]

معروف مؤرخ آر سی مجومدار نے، جنھیں ہندو برگیڈ 'ہندو' مؤرخ مانتا ہے، اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"خط کے آخر میں، شیاما پرساد مکھرجی نے اس عوامی تحریک کا ذکر کیا، جسے کانگریس نے شروع کیا تھا۔ انھوں نے یہ خدشہ ظاہر کیا کہ اس تحریک کے ذریعے دورانِ جنگ لوگوں میں جوش پیدا کرنے سے داخلی انتشار پھیلے گا اور داخلی

---

17 Cited in AG Noorani, *The RSS and BJP: A Division of Labour*, Left Word Books, Delhi, p. 56-57.

حفاظت خطرے میں پڑ جائے گی۔ان کی رائے یہ تھی کہ کسی بھی برسرِ اقتدار حکومت کو اس طرح کی تحریک کو کچلنا ہی ہوگا۔ لیکن یہ محض ایذا رسانی کے ذریعے نہیں کیا جا سکے گا.....انھوں نے اپنے خط میں ایک ایک کر کے ان اقدامات کا ذکر کیا جو اس صورتِ حال سے مقابلہ کرنے کے لیے کیے جانے ہوں گے....."[18]

نیتاجی سبھاش چندر بوس کی پیٹھ میں خنجر کا وار

اس سے بھی زیادہ دھچکا پہنچانے والی بات یہ تھی کہ ڈاکٹر مکھرجی کی ہندو مہاسبھا نے جنگ عظیم دوم میں برطانوی حکمرانوں کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔ یہ وہ وقت تھا جب سبھاش چندر بوس، جو 'نیتاجی' کے نام سے معروف تھے، انڈین نیشنل آرمی (آزاد ہند فوج) کی تشکیل کر کے انگریزوں کو ملک سے نکال باہر کرنے کے لیے فوجی مہم چلانے کی تیاری کر رہے تھے۔ ہندو مہاسبھا اپنے انگریز آقاؤں کی مدد کرنے کے لیے کس حد تک جانے کو تیار تھی یہ بطور مہاسبھا صدر ساورکر کی جانب سے دی گئی ہدایات سے ظاہر ہوتا ہے۔ انھوں نے لکھا:

"جہاں تک ہندستان کی حفاظت کا سوال ہے، ہندوؤں کو بلا تردد جنگ میں حکومتِ ہند کی مدد کے لیے ہر طرح کا تعاون کرنا چاہیے، جب تک کہ وہ ہندو مفادات کے موافق ہو۔ انھیں زیادہ سے زیادہ تعداد میں بری فوج، بحری فوج اور ہوائی فوج میں بھرتی ہونا چاہیے۔ اور اسلحہ، گولہ بارود اور سامانِ جنگ بنانے والے کارخانوں میں کام کرنا چاہیے..... یہ واضح رہنا چاہیے کہ جنگ میں جاپان کے داخلے سے ہم پر برطانوی دشمنوں کے حملے کا راست خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ اس

---

18 *RC Majumdar History of Modern Bengal. vol. 2. G. Bharadwaj & Co. Calcutta p. 350.*

لیے خواہ ہمیں یہ اچھا لگے یا برا، ہمیں جنگ کی تباہ کاری سے اپنی سرزمین کی حفاظت کرنی ہوگی اور یہ صرف ہندستان کی سلامتی کے لیے سرکار کی جانب سے کی جارہی جنگ میں مدد کر کے کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے ہندو مہاسبھا کو ہندوؤں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں فوجی دستوں میں شمولیت کے لیے بیدار کرنا چاہیے۔ یہ کام خصوصاً آسام اور بنگال صوبوں میں کیا جانا چاہیے۔"[19]

حیران کر دینے والے یہ سبھی حقائق ہندتوادیوں ہی کے دستاویزات میں موجود ہونے کے باوجود، ہندتو بریگیڈ تاریخ کو جھٹلانے میں لگا ہوا ہے۔ ہندتوادی جگن ناتھ ان ہزاروں ہندستانیوں کی عظیم، دلیرانہ اور بے لوث قربانیوں کو فراموش کرا دینا چاہتے ہیں، جنھوں نے ہمارے استعماری آقاؤں اور دیسی راجاؤں نیز مسلم لیگ جیسے ان کے پٹھوؤں کے خلاف جدوجہد کرتے ہوئے اپنی جان قربان کر دی۔ ہندتو گینگ استعماری حکومت کے خلاف جدوجہد کرنے والے تاریخ کے بہادر ہیروز کا مقام انگریزوں کے پٹھوؤں اور معاونین کو دینا چاہتا ہے۔ اس سے ایک بات ایک دم صاف ہو جاتی ہے اور وہ یہ کہ بی جے پی اور آر ایس ایس کے پاس اپنا ایسا ایک بھی لیڈر نہیں ہے جسے وہ جنگ آزادی کے لیڈر کی حیثیت سے پیش کر سکیں۔ مگر انتہائی افسوس کی بات یہ ہے کہ وہ لوگ، جو استعمار مخالف جدوجہد کے شہیدوں کے تئیں جذبۂ عقیدت رکھتے ہیں اور اس عظیم الشان تحریک آزادی کا احترام کرتے ہیں، وہ تب متحد ہو کر آواز بلند نہیں کرتے جب ہندتوادی حقیقی شہیدوں اور جنگ آزادی کے لیڈروں کو بدنام کرتے ہیں اور تخریب کاروں کو دیش بھگت کا درجہ دیتے ہیں۔

---

19 V.D. Savarkar *Samagra Wangmaya: Hindu Rashtra Darshan*. vol. 6. Maharashtra Prantik Hindusabha, Poona. 1963. p. 460.

آر ایس ایس کا جذبۂ احترام، شہیدوں کے لئے؟

کوئی بھی ہندوستانی جو جنگِ آزادی کے شہیدوں کا احترام کرتا ہے، اس کے لئے یہ جاننا کتنا تکلیف دہ ہو سکتا ہے کہ آر ایس ایس انگریزوں کے خلاف جاں نثار کرنے والے شہیدوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا تھا۔ آر ایس ایس کے 'عظیم' مفکر گولوالکر نے ملک کو آزاد کرانے کے لئے جان قربان کرنے والے ان عظیم بہادر شہیدوں کے جذبۂ شہادت کے بارے میں اپنے چونکانے والے خیال پیش کرتے ہوئے کہا تھا:

> یقیناً ایسے لوگ جو اپنے آپ کو قربان کر دیتے ہیں بلند ہیں اور ان کا فلسفہ حیات خاص طور سے مردانہ ہے۔ وہ عام لوگوں سے جو کہ چپ چاپ قسمت کے آگے ہتھیار ڈال دیتے اور ڈرپوک اور ناکارہ بنے رہتے ہیں، بہت اونچے ہیں۔ پھر بھی ہم نے ایسے لوگوں کو معاشرے کے سامنے قابل مثال نہیں مانا ہے۔ ہم نے قربانی کو عظمت کا بلند مرکز جس کی انسان حسرت کرے، نہیں مانا ہے۔ کیونکہ آخر کار وہ اپنا مقصد حاصل کرنے میں ناکام رہے اور ناکامی کا مطلب ہے کہ ان میں کوئی بڑا عیب تھا۔[20]

یقیناً یہی وجہ ہے کہ آر ایس ایس کی پوری تاریخ میں ان کا ایک بھی لیڈر یا کارکن انگریزوں کے خلاف جنگ میں شہید ہونا تو بہت دور کی بات ہے، کبھی جیل بھی نہیں گیا!

گولوالکر مادر وطن پر جاں نثار کرنے والوں کو کتنی حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں، اس کا اندازہ شہداء سے پوچھے گئے ان کے مندرجہ ذیل سوالات سے بھی ہو جاتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ گولوالکر یہ سوال انگریز حکمرانوں کی طرف سے پوچھ رہے ہیں:

> انگریزوں کے تئیں غیظ و غضب کی وجہ سے کئی ایک نے بے مثال کارنامے کئے۔ ہمارے دل میں بھی ایک آدھ مرتبہ خیال آسکتا ہے کہ ہم بھی ویسا ہی کریں۔ ویسا بے

---

[20] مصدر سابق، حصہ اول، ص 61-62

بدحال کام کرنے والے یقیناً ان تنظیم میں اس سے انسان کا وہ ظاہر ہوتا ہے۔ تجربہ حاصل کرنے کے لئے شروع ہونے تک کا جذبہ بھلا ہے لیکن سوچنا چاہئے کہ کیا اس (یعنی قربانی) سے مکمل ملک کا مفاد حاصل ہوتا ہے؟ قربانی کی وجہ سے پورے معاشرے میں ملکی مفاد کے لئے جان قربان کرنے کا جذبہ ظاہر نہیں ہوتا ہے۔ اب تک کا تجربہ ہے کہ دل میں ملکی آگ عوام الناس کے لئے ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ 21

آر ایس ایس یوم آزادی منانے کے بجائے "ہندو سامراجیہ دوس" (ہندو یوم اقتدار) منایا تھا۔ ایک جون 1947 کو 'ہندو سامراجیہ دوس' کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے تنظیم وطن پرست ہونے کا دعویٰ کرنے والے گولوالکر نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کے خلاف ہندوستانی عوام کی جنگ کی علامت، آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا تھا:

"سنہ 1857ء میں ہندوستان کے نام نہاد آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر نے مندرجہ ذیل دہاڑ لگائی تھی:

غازیوں میں بو رہے گی جب تلک ایمان کی
تخت لندن تک چلے گی تیغ ہندوستان کی

لیکن آخر ہوا کیا؟ یہ سبھی جانتے ہیں"۔22

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ آر ایس ایس، جو اپنے آپ کو اس ملک کا اصلی وارث بتاتا ہے، اس کے 1925 سے لے کر 1947 تک کے پورے ادب میں ایک جملہ بھی ایسا نہیں ہے جس میں جلیان والا باغ، انقلابیوں کو پھانسی دئے جانے اور کسان۔ مزدور۔ نوجوان تحریکوں پر گولی باری جیسے دردناک سانحات کی مذمت کی گئی ہو۔

---

21 بنچ آف تھاٹس، حصہ اول، ص 61-62

22 مصدر سابق، ص 121

گاندھی جی کے قتل کے بعد آر ایس ایس پر پابندی؟

30 جنوری سنہ 1948 کو اپنے آپ کو 'ہندو قوم پرست' بتانے والے قاتلوں کے ہاتھوں گاندھی جی کے قتل کے بعد 4/فروری 1948 کو آر ایس ایس پر پابندی لگادی گئی تھی۔ پابندی لگائے جانے کے پیچھے جو وجوہات تھیں، ان میں کئی ملک مخالف کارروائیاں شامل تھیں۔ حکومت کے ذریعے آر ایس ایس پر پابندی لگادینے والا فرمان بھی اپنے آپ میں بہت واضح تھا:

> بھارت سرکار نے 2/فروری (1948) کو اپنے اعلان میں کہا ہے کہ اس نے ان سبھی ناپاک ارادہ رکھنے والی اور پر تشدد طاقتوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا فیصلہ کیا ہے، جو ملک کی آزادی کو خطرے میں ڈال کر اس کے روشن نام پر کلنک لگا رہی ہیں۔ اسی حکمت عملی کے مطابق چیف کمشنروں کے زیر نگرانی سبھی علاقوں میں راشٹریہ سویم سیوک سنگھ پر پابندی لگانے کا فیصلہ بھارت سرکار نے کر لیا ہے۔ گورنروں کے زیر نگرانی صوبوں میں بھی اس طرح اعلان جاری کیا جا رہا ہے۔[23]

آر ایس ایس پر پابندی لگانے والے حکم نامہ میں آگے چل کر بتایا گیا کہ:

> سنگھ کے رضاکار ناجائز کام بھی کرتے رہے ہیں۔ ملک کے مختلف حصوں میں اس کے کارکن انفرادی طور پر آگ زنی، لوٹ مار، ڈاکے، قتل اور پوشیدہ طور پر اسلحہ، گولا اور بارود یکجا کرنے جیسی پر تشدد کارروائیاں کر رہے ہیں۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ یہ لوگ پرچے بھی بانٹتے ہیں جن سے عوام کو دہشت گردانہ راہوں کا سہارا لینے، بندوقیں جمع کرنے اور حکومت کے بارے میں انتشار پھیلا کر فوج اور پولیس میں بغاوت کرنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔[24]

---

23 ہمگر وروشن، حصہ دوم، ص 61-62

24 مصدر سابق، ص 9

سرکاری فرمان میں وہ دیگر وجوہات بھی گنوائی گئیں جن کی وجہ سے آر ایس ایس پر پابندی لگانا ضروری ہو گیا تھا۔ اس سلسلے میں قابل غور بات یہ ہے کہ جب آر ایس ایس پر پابندی لگائی گئی تو ملک کے وزیر داخلہ، سردار پٹیل ہی تھے جن کو آر ایس ایس کانگریس میں اپنا پسندیدہ لیڈر مانتی تھی اور آج بھی مانتی ہے۔ انہی سردار پٹیل نے گاندھی جی کے قتل میں آر ایس ایس کے کردار کے بارے میں خود گولوالکر کو ایک خط میں جو کچھ لکھا تھا وہ بھی پڑھنے لائق ہے۔ سردار پٹیل کے 19 ستمبر 1948 کو لکھے گئے خط کے مطابق:

> ہندوؤں کو منظم کرنا، ان کی مدد کرنا، ایک بات ہے لیکن ان کی مصیبتوں کا بدلہ، نہتے اور لاچار مردوں، عورتوں اور بچوں سے لینا دوسری بات ہے۔
>
> ان کے علاوہ یہ بھی تھا کہ کانگریس کی مخالفت کرکے اور اتنی سختی سے کہ نہ شخصیت کا خیال نہ تہذیب و تمدن کا دھیان رکھا، عوام میں ایک طرح کی بے چینی پیدا کر دی تھی۔ ان کی ساری تقاریر فرقہ وارانہ زہر سے پُر تھیں۔ ہندوؤں میں جوش پیدا کرنے اور ان کی حفاظت کے لئے یہ ضروری نہ تھا کہ وہ زہر پھیلے۔ اس زہر کا نتیجہ آخر میں یہی ہوا کہ گاندھی جی کی بیش قیمت جان کی قربانی ملک کو سہنی پڑی اور سرکار اور عوام کی ہمدردی ذرا بھی آر ایس ایس کے ساتھ نہیں رہی، بلکہ ان کے خلاف ہو گئی۔ ان کی موت پر آر ایس ایس والوں نے جو خوشی ظاہر کی تھی اور مٹھائی بانٹی اس سے مخالفت اور بھی بڑھ گئی اور حکومت کو اس حالت میں آر ایس ایس کے خلاف کارروائی کرنا ضروری تھا۔ تب سے اب تک 6 مہینے سے زیادہ ہو گئے ہیں۔ ہم لوگوں (سرکار) کو امید تھی کہ اتنا وقت گزرنے کے بعد سوچ وچار کرکے آر ایس ایس والے سیدھے راستے پر آجائیں گے۔ لیکن میرے پاس جو رپورٹیں آتی ہیں، ان میں سے یہ پتہ چلتا ہے

کہ پرانی کارروائیوں میں نئی جان ڈالنے کی کوشش کی جارہی ہے۔[25] (عبارت کی اہمیت جتانے کے لئے اس کو خط کشیدہ کیا گیا ہے)

ہندو مہاسبھا کے ایک چوٹی کے رہنما، شیاما پرشاد مکھرجی کو 18/جولائی 1948 کو لکھے ایک خط میں سردار پٹیل نے پھر اس سچائی کو دہرایا کہ گاندھی جی کا قتل آر ایس ایس اور ہندو مہاسبھا کی کرتوتوں کی وجہ سے ہوا تھا۔ سردار پٹیل کے مطابق:

> جہاں تک آر ایس ایس اور ہندو مہاسبھا کی بات ہے، گاندھی جی کے قتل کا معاملہ عدالت میں ہے اور مجھے اس میں ان دونوں تنظیموں کی حصہ داری کے بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہئے۔ لیکن ہمیں ملی رپورٹیں اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ ان دونوں تنظیموں، خاص طور سے آر ایس ایس، کی کارروائیوں کے نتیجے میں دیش میں ایسا ماحول بنا کہ ایسا برسانحہ ممکن ہو سکا۔ میرے دماغ میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ہندو مہاسبھا کا انتہا پسند حصہ سازش میں شامل تھا۔ آر ایس ایس کی کارروائیاں سرکار اور ریاستی نظام کے وجود کے لئے صاف طور پر خطرناک تھیں۔ ہمیں ملی رپورٹیں بتاتی ہیں کہ پابندی کے باوجود وہ کارروائیاں بند نہیں ہوئی ہیں۔ دراصل وقت گزرنے کے ساتھ آر ایس ایس کا حلقہ زیادہ انتہا پسند ہو رہا ہے اور تباہ کن کارروائیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہا ہے۔[26]

2014 میں مودی سرکار کے تخت نشین ہونے کے بعد باقاعدہ ایک مہم چلائی جارہی ہے جس میں گاندھی جی کے قتل کو 'ہندو قوم پرست' ناتھو رام گوڈسے اور اس کے ہمجولیوں کے ہاتھوں ایک 'وَدھ' (قربانی) کے طور پر پیش کیا جارہا ہے۔ گاندھی جی کے قتل والے دن، 30 جنوری کو گاندھی جی کے قاتلوں کی شان میں جلوس نکالے جارہے ہیں اور خوشیاں منائی جارہی ہیں۔ گاندھی جی کی قربانی کو ایک 'وَدھ' بتایا جارہا ہے، ایک ایسی قربانی جو ہندو راشٹر کے ایک دشمن کی کی گئی۔

---

25 سمگر درشن، حصہ اول، ص 61-62

26 بحوالہ سردار پٹیل، سلیکٹ کارسپانڈنس 1945-1950، حصہ 2، ص 283

آر ایس ایس ثقافتی تنظیم؟

آر ایس ایس ہمیشہ یہ پروپیگنڈہ کرتا رہتا ہے کہ وہ ایک معاشرتی۔ تہذیبی تنظیم ہے اور اس کا سیاست سے کچھ سروکار نہیں ہے۔ اسی طرح بھارتیہ جنتا پارٹی کے اعلیٰ لیڈر جو زیادہ تر سنگھ کے پرچارک (مبلغ) ہیں، یہ کہتے نہیں تھکتے کہ بی جے پی ایک آزاد سیاسی تنظیم ہے۔ یہ ایسا سفید جھوٹ ہے (اور ایسے جھوٹ صرف آر ایس ایس سے جڑے لوگ ہی بول سکتے ہیں) جسے پورا ملک جانتا ہے۔ خود آر ایس ایس کے دستاویزوں میں موجود مندرجہ ذیل حقائق سے بھی یہ بات پوری طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ آر ایس ایس ملک کی سیاست کو اپنے شکنجے میں لینا چاہتا ہے۔

آر ایس ایس کے فلاسفر گولوالکر نے سیاست چلانے کا اپنا منصوبہ بنایا تھا۔ اس منصوبے کی تفصیل پیش کرتے ہوئے 15/مارچ 1960 کو اندور (مدھیہ پردیش) میں آر ایس ایس کے اعلیٰ درجے کے کارکنوں کی ایک کل ہند کانفرنس میں انہوں نے بتایا کہ:

> ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ اپنے کچھ رضاکار سیاست میں کام کرتے ہیں۔ وہاں انہیں اس کام کی ضروریات کے مطابق جلسے، جلوس وغیرہ کرنے پڑتے ہیں، نعرے لگانے پڑتے ہیں۔ ان سب باتوں کی ہمارے کام میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ لیکن ڈرامے کے کردار کی طرح جو رول لیا، اس کی قابلیت سے ادائیگی تو کرنی ہی چاہئے مگر 'نٹ' کے رول سے آگے بڑھ کر کام کرتے کرتے کبھی کبھی لوگوں کے دل میں اس کے تئیں لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ پھر اس کام میں آنے کے لئے وہ بے کار ثابت ہو جاتے ہیں۔ یہ تو ٹھیک نہیں ہے۔ ضرورت ہوئی ہم آسماں تک بھی اچھل کود کر سکتے ہیں لیکن جو ذمہ داری لی اسے پورا کرنا ہی ہوگا۔[27]

---

2 سمگر درشن، حصہ چہارم، ص 4-5

آر ایس ایس سیاست میں کس طرح کے رضاکار بھیجتا ہے اور انہیں کس طرح کٹھ پتلی کی طرح نچواتا ہے، اس کی تفصیل خود گولوالکر نے 16/مارچ 1954 کو اپنی ایک تقریر میں ان الفاظ میں پیش کی:

> اگر ہم نے کہا کہ ہم تنظیم (سنگھٹن) کے حصے ہیں، ہم اس کے اصول مانتے ہیں تو پھر سلیکٹیو نیس (پسند۔ناپسند) کا زندگی میں کوئی مقام نہ ہو۔ جو کہا وہی کرنا۔ کبڈی کھیلنے کو کہا تو کبڈی، بیٹھک کرنے کو کہا تو بیٹھک۔ جیسے اپنے کچھ دوستوں سے کہا کہ سیاست میں جاکر کام کرو تو اس کے معنی یہ نہیں کہ انہیں اس کے لئے بڑی رغبت اور خواہش ہے۔ وہ سیاسی کام کے لئے اس طرح نہیں تڑپتے جیسے بنا پانی کے مچھلی۔ اگر انہیں سیاست سے واپس آنے کو کہا تو بھی اس میں کوئی دقت نہیں۔ اپنی دانشمندی کی کوئی ضرورت نہیں۔ جو کام سونپا گیا اس کی اہلیت حاصل کریں گے۔ ایسا فیصلہ کر کے یہ لوگ چلتے ہیں۔[28] (عبارت کی اہمیت جتانے کے لئے اس کو خط کشیدہ کیا گیا ہے)

گولولکر کے یہ جملے اس سچائی کو اچھی طرح ظاہر کر دیتے ہیں کہ آر ایس ایس کتنی غیر سیاسی تنظیم ہے۔ ان اقوال سے یہ حقیقت بھی ابھر کر سامنے آجاتی ہے کہ آر ایس ایس ملکی سیاست پر اپنا شکنجہ کسنے کے لئے کس کس طرح کی سازشیں کرتا ہے۔

ایک آزاد سیاسی جماعت! بھاجپا؟

اب ذرا آر ایس ایس کے دستاویزوں کی روشنی میں اِس دعوے کو بھی پرکھیں کہ بی جے پی آر ایس ایس سے آزاد ایک سیاسی جماعت ہے۔ آر ایس ایس کے مرکزی اشاعتی ادارے کا نام 'سروچی پرکاشن' ہے۔ اس نے 1997 میں ایک کتاب شائع کی جس کا عنوان ہے 'پرم ویبھو کے پتھ پر' (عظیم اونچائیوں تک جانے والے راستے پر)۔ اس کتاب کے پیش لفظ میں اس اشاعت کی اہمیت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

---

28 سمگر درشن حصہ سوم، ص 32

رضاکار جتنے طرح کے کام کرتے ہیں، ان کے تعارف کے بنا سنگھ (آر ایس ایس) کا تعارف بھی نامکمل رہے گا۔ اس بات کو دھیان میں رکھتے ہوئے رضاکاروں کے ذریعے کئے جارہے مختلف کاموں کی مختصر جانکاری اس کتاب میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہاں بیان کی گئی تنظیمی پوزیشن 1996 تک کی ہے۔ یقین ہے کہ رضاکاروں کے ساتھ جو اور لوگ سنگھ کو سمجھنا چاہتے ہیں، یہ کتاب ان کے لئے بھی کارگر ثابت ہوگی۔[29]

اس کتاب میں آر ایس ایس کی تشکیل کردہ تیس سے بھی زیادہ تنظیموں کا ذکر ہے۔ ان تنظیموں میں اکھل بھارتیہ ودیارتھی پریشد، سیوا بھارتی، سودیشی جاگرن منچ اور ہندو جاگرن منچ کے ساتھ ساتھ تیسرے نمبر پر بھارتیہ جنتا پارٹی کو رکھا گیا ہے۔ آر ایس ایس نے 1951 میں بھاجپا کی ابتدائی شکل ''جن سنگھ'' کو ایک سیاسی گروہ کی صورت میں کس طرح کھڑا کیا، اس کی بھی تفصیل اس کتاب میں ہے۔ بھاجپا، آر ایس ایس کی سرپرستی میں کس طرح کام کرتی رہی ہے اس کی جو تفصیل اس کتاب میں دی گئی ہے، وہ بھی ملاحظہ ہو:

بھاجپا نے کچھ اہم موضوعات کو لے کر ملکی سطح پر عوامی بیداری کے نظریے سے وقتاً فوقتاً یاتراؤں کا کامیاب پروگرام چلایا۔ ان میں خاص ہیں شری لال کرشن اڈوانی کی 1990 کی رام رتھ یاترا، ڈاکٹر مرلی منوہر جوشی کی 1992ء کی ایکتا یاترا (سری نگر یاترا)۔ ان یاتراؤں نے ثقافتی قومیت (سانسکرتک راشٹر واد) کے تصورات کو عام آدمی تک پہنچانے کا اور عوام میں قومی جذبے کی بیداری کا کام کیا ہے۔[30]

---

[29] سدانند سپرے، پرم ویبھو کے پتھ پر، سروچی، دلی، 1997، ص 7

[30] مصدر سابق، ص 19

آر ایس ایس اور سازشیں

آر ایس ایس ایک خفیہ تنظیم کے طور پر سازشوں کا بھی سہارا لیتی ہے۔اس کی جانکاری بھی آر ایس ایس کے ذریعہ چھاپی گئی مندرجہ بالا کتاب سے ملتی ہے۔اس کتاب کے مطابق:

> ولی کی مسلم لیگ کو اعتماد میں لے کر ان کی سازشوں کا پتہ لگانے کے لئے آر ایس ایس کے کارکنوں نے مسلمان مذہب (جس کا مطلب اسلام مذہب ہے) اختیار کرنے کا ڈھونگ رچا تھا۔۔۔ اگر آر ایس ایس کے یہ نوجوان پنڈت نہرو اور سردار پٹیل کو سازش کی جانکاری نہ دیتے تو شاید بھارت سرکار زندہ ہی نہ رہتی۔[31]

اس وقت کی سرکاری دستاویزات میں ان سازشوں کے بارے میں کوئی جانکاری نہیں ملتی ہے لیکن ایک بہت چونکانے والی سچائی کا پتا ضرور چلتا ہے۔ آر ایس ایس کے یہ کارکن مسلمانوں کا چہرہ مہرہ بنا کر کس طرح کی سازشیں رچ رہے تھے۔ اس حقیقت کو کانگریس کے ایک عظیم رہنما ڈاکٹر راجندر پرساد نے (جو بعد میں ملک کے پہلے صدر بھی بنے) ملک کے پہلے وزیر داخلہ سردار پٹیل کو 14 مئی 1948 کو لکھے گئے ایک خط میں ان الفاظ میں بیان کیا تھا:

> مجھ پتہ لگا ہے کہ آر ایس ایس کے لوگ جھگڑے (فرقہ وارانہ) کرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے اچھی خاصی تعداد میں مردوں کو مسلمانی پوشاک پہنائی ہے جو مسلمانوں کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔ یہ ہندوؤں پر حملہ کریں گے جس سے جھگڑا ہوگا اور ہندو مشتعل ہوں گے اسی طرح سے ان کے بیچ کے کچھ ہندو مسلمانوں پر حملے کریں گے اور ان کو بھڑکائیں گے۔ ہندو مسلمانوں کے بیچ میں جھگڑے کرانے کا مقصد بڑی آگ لگانا ہے۔[32]

---

[31] مصدر سابق، ص86

[32] نیر جانگھ: نہرو پٹیل: اے جوائنٹ وژن آف فرنسس، نیشنل بک ٹرسٹ، ص43

آر ایس ایس کس کا پیروکار؟

ملک کی حفاظت اور سالمیت کے بارے میں آر ایس ایس بہت فکر مندی ظاہر کرتا ہے۔ اس کے لئے وہ کیمپ اور اجلاس (شور اور مہاشور) منعقد کرتا ہے اور رابطہ عامہ کے لئے تحریکیں بھی چلاتا ہے۔ آر ایس ایس کے مطابق ہمارے ملک میں پاکستانی خفیہ ایجنسی، آئی ایس آئی، کا ایک خفیہ جال پھیلا ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ آئی ایس آئی ہمارے ملک میں آپسی رنجش کو ہوا دے کر خانہ جنگی جیسے حالات پیدا کرانا چاہتی ہے تاکہ پورا ملک ٹکڑوں میں بٹ جائے۔ مگر آر ایس ایس خود اس چیلنج کا سامنا کرنے کے لئے کیا کر رہا ہے، یہ جان کر کسی کا بھی دل دہل سکتا ہے۔

ہمارے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا خواب سجائے آئی ایس آئی یا اسی طرح کی کوئی دوسری ملک دشمن تنظیم ضرور یہ چاہ سکتی ہے کہ اس ملک کے لوگ مذہب کے نام پر لڑیں تاکہ ان کو اپنی روٹیاں سینکنے کا موقع مل سکے، اور آر ایس ایس اسی کام میں جی جان سے لگا ہے۔ آر ایس ایس سے یہ پوچھا جانا چاہئے کہ کیا اس نے 1992 میں بابری مسجد کو گرا کر سارے ملک کو فرقہ واریت کی آگ میں نہیں جھونکا؟ کیا ایسا کر کے اس نے آئی ایس آئی جیسی ملک مخالف تنظیموں کے پیادوں کا کردار نہیں نبھایا؟ ملک کی اقلیتوں کے بارے میں آر ایس ایس جو زہر پھیلاتا رہا ہے، پھیلا رہا ہے اور اس طرح سے اس سے جڑے لوگ اقلیتوں خاص طور سے مسلمانوں اور عیسائیوں پر سارے ملک میں حملے کر رہے ہیں، اس کے چلتے ہوئے سب سے زیادہ صرف آئی ایس آئی جیسی ملک دشمن تنظیم ہی خوش ہو سکتی ہے۔ آر ایس ایس کس طرح اس ملک کے مختلف مذہبی فرقوں کو لڑوانے میں لگا ہے، اس کا اندازہ گولوالکر کے مسلمانوں اور عیسائیوں کے بارے میں خیالات کو جان کر لگایا جا سکتا ہے۔

گولوالکر کی 1939 میں شائع ہوئی انگریزی کتاب 'وی آر اور نیشن ہڈڈی فائنڈ' میں ہٹلر کے ایجاد کردہ نازی ثقافتی قومیت (جسے اقلیت کش پروگرام کہنا زیادہ صحیح ہوگا) کے تاناشاہی فلسفے کی شان میں قصیدے پڑھے گئے۔ اس کے ساتھ ہی گولوالکر نے اپنی کتاب میں اقلیتوں کے صفائے کے

بارے میں جو منصوبے بیان کئے، وہ اس ملک کی تقسیم چاہنے والی کسی بھی ملک دشمن تنظیم کو بہت پسند آئیں گے۔ گولوالکر نے لکھا:

اپنے دماغ میں اس بات کو بٹھانا ضروری ہے کہ کیسے قدیم ممالک نے اپنی اقلیت کے مسئلے کو حل کیا ہے۔ وہ اپنی ریاست میں کسی بھی دیگر عنصر کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں رہے۔ باہر سے آکر بسے (مسلمان اور عیسائی) کو قدرتی طور پر آبادی کے اصل حصے یعنی قومی نسل میں اپنے آپ کو ملانا ہوتا ہے، ان کی تہذیب، زبان اور خوابوں کو قبول کرتے ہوئے، اپنی الگ پہچان کے جذبے کو درکنار کرتے ہوئے، اپنی غیر ملکی ہونے کی بنیاد کو فراموش کرتے ہوئے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو صرف غیر ملکی لوگوں کی طرح رہ سکتے ہیں۔

قوم کی تمام بندشوں اور قانونوں سے بندھے ہوئے، ملک کو سہن کرتے ہوئے، کسی بھی خاص حق کے ہی نہیں بلکہ کسی بھی حق یا سہولت کے حقدار نہ ہو کر، ایسے غیر ملکی عناصر (یعنی اقلیتوں) کے لئے صرف دو راستے کھلے ہیں یا تو قومی نسل میں پوری طرح گھل مل جائیں اور اس کی تہذیب کو اپنا لیں یا قومی نسل کے رحم و کرم پر ملک میں رہیں جب تک قومی نسل اجازت دیتی ہے۔ اور اگر ملکی نسل کی مرضی ہو تو ملک چھوڑ کر چلے جائیں یہی صرف ایک موزوں حل ہے۔ صرف اسی طرح ملک کی صحت مند زندگی بغیر پریشانی کے چل سکتی ہے۔ صرف ایسا کر کے ملک کی سیاست میں پنپ رہے ایک ریاست کے اندر کینسر کی طرح دوسری ریاست کے پیدا ہونے کے خطرے سے بچا جاسکتا ہے۔

قدیم عقل مند ممالک کے تجربات کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہندوستان میں غیر ہندو عوام کو یا تو ہندو، تہذیب اور زبان اپنا لینی چاہئے۔ ہندو مذہب کا احترام کرنا چاہئے اور ہندو ملک کی تعریف کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا کام نہیں کرنا چاہئے۔ یعنی انہیں نہ صرف اس ملک اور اس کی قدیم روایتوں کی جانب بدمزاجی اور احسان فراموشی کا نظریہ چھوڑنا ہوگا بلکہ اس کے بجائے محبت اور عقیدت کا مثبت نظریہ اپنانا ہوگا۔ مختصر

یہ کہ انہیں غیر ملکی نہیں بنے رہنا چاہئے، ورنہ ہر طرح کے خاص حقوق، اولیت پر مخصر برتاؤ اور یہاں تک کہ انسانی حقوق کے بغیر اس ملک میں رہنا ہوگا۔ اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔[33]

آزادی کے بعد گولوالکر نے اپنے ایک مضمون 'انٹرنل تھریٹس' (داخلی خطرے) میں ملک کے تین دشمن گنوائے جن میں نمبر ایک پر ملک کے مسلمانوں کو رکھا گیا۔ دیش کی سب سے بڑی اقلیت کے بارے میں اپنے بنیادی نظریات کا خلاصہ کرتے ہوئے گولوالکر نے لکھا کہ:

دنیا میں بیشتر ممالک کی تاریخ کا یہ تکلیف دہ سبق رہا ہے کہ ملک کی حفاظت کو بیرونی حملہ آوروں کی بہ نسبت داخلی مخالف عناصر سے زیادہ خطرہ ہوتا ہے۔ بدقسمتی سے جب سے انگریزوں نے اس ملک کو چھوڑا ہمارے ملک میں ملکی تحفظ کا یہ اولین سبق بھلا دیا گیا ہے۔ آج تک یہ کہنے والے بیشتر لوگ موجود ہیں کہ اب مسلمان مسئلہ بالکل نہیں رہا ہے — پاکستان کی مدد کرنے والے وہ سب دہشت گرد عناصر ہمیشہ کے لئے چلے گئے ہیں — باقی مسلمان ہمارے وطن پرست ہیں۔ اس طرح کے بھروسے میں رہنا خودکشی کے برابر ہوگا۔ اس کے برخلاف پاکستان کی تعمیر سے یہ مسلم خطرہ سیکڑوں گنا بڑھ گیا ہے[34]

اور یہ سب زہر اگلتے ہوئے گولوالکر اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ:

عام طور پر ہر جگہ ایسے مسلمان ہیں جو ٹرانسمیٹر کے ذریعے پاکستان سے مستقل رابطہ قائم کئے ہوئے ہیں اور اقلیت ہونے کے سبب عام شہریوں کے ہی نہیں بلکہ کچھ خاص حقوق اور خاص عنایات کا بھی استعمال کرتے ہیں۔ کم سے کم اب ہم جاگیں، چاروں جانب دیکھیں اور بڑے بڑے مخصوص مسلمانوں کے الفاظ اور تحریروں کے صحیح معنی

---

[33] گولوالکر، وی آر آور نیشن ہڈ ڈیفائنڈ، ناگپور، 1939، ص 47-48

[34] وچار نونیت، ص 176-177

سمجھیں۔ ان کے اپنے ہی بیانات نے آج نامی قوم پرست مسلمانوں کو بھی ان کے اصلی رنگ روپ میں ظاہر کر دیا ہے۔ آج بھی مسلمان چاہے وہ سرکاری اعلیٰ عہدے پر ہوں یا اس کے باہر ہوں، ملک مخالف اجتماعات میں کھلے طور پر حصہ لیتے ہیں۔ ان کی تقریروں میں بھی سرکشی اور بغاوت کی جھنکار رہتی ہے۔[35]

اسی طرح عیسائیوں کے بارے، جنہیں گولوالکر نے دیش کے لئے خطرہ نمبر 2 بتایا تھا، زہر اگلتے ہوئے انہوں نے کہا:

جہاں تک عیسائیوں کا تعلق ہے اوپری طور سے دیکھنے والوں کو تو وہ نہایت سکون پسند ہی نہیں بلکہ انسانیت کے لئے محبوب اور ہمدردی کی مورتی کی طرح محسوس ہوتے ہیں۔ ان کی کارگزاریاں صرف غیر مذہبی ہی نہیں، ملک مخالف بھی ہیں۔[36]

اس سلسلے میں آگے تفصیل بیان کرتے ہوئے گولوالکر کہتے ہیں:

اسی طرح کا کردار ہمارے ملک میں رہنے والے عیسائی شرفاء کا ہے۔ وہ یہاں ہماری زندگی کے مذہبی و معاشرتی دھاگوں کو ہی ختم کرنے کے لئے کوشاں نہیں بلکہ مختلف علاقوں میں اور اگر ممکن ہو تو پورے ملک میں سیاسی اقتدار قائم کرنا چاہتے ہیں۔[37]

ان کی 'ہٹ لسٹ' میں کمیونسٹ تیسرے نمبر پر ہیں، شاید اس لئے کیونکہ وہ جمہوریت اور سیکیولرزم کی حمایت کرتے ہیں۔

آزاد بھارت میں جو بھی شخص یا تنظیم ہم وطنوں کے بارے میں اس طرح کا زہر اگلتے ہیں وہ صرف دیش کو توڑنے والوں کی ہی مدد کر رہے ہوتے ہیں۔ اس زہر کو پھیلانے کا ایک بڑا مقصد یہ بھی ہے کہ

---

35 مصدر سابق، ص185-187

36 مصدر سابق، ص188-190

37 مصدر سابق، ص193

مسلمانوں اور عیسائیوں کا صفایا کرنے کے لئے زمین تیار کی جاسکے۔ دکھ اس بات کا ہے کہ انہیں اس زہر کو پھیلانے سے روکنے والا کوئی نہیں ہے۔

آر ایس ایس، مسلمانوں اور عیسائیوں کو تو غیر ملکی مانتا ہے اور ان کے مذہبوں کو ودیشی مذہب کہتا ہے لیکن سکھ، بودھ اور جین مذہبوں کو بھی الگ مذہبوں کا درجہ دینے کے لئے تیار نہیں ہے۔ آر ایس ایس کے نزدیک یہ 'دیسی مذاہب' ہندو دھرم کا ہی حصہ ہیں۔

آر ایس ایس کی سماجی سوچ؟

'منو سمرتی' ایک مذہبی صحیفے کی شکل میں شودروں (دلتوں) اور خواتین کے لئے ایک غیر انسانی فلسفے کا حامل ہے۔ 'منو سمرتی' ان کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر برتاؤ کی وکالت کرتا ہے اور ان کے حقوق کو پامال کرنے پر زور دیتا ہے۔ اور آر ایس ایس جیسی ہندتوادی سیاست علمبردار تنظیمیں 'منو سمرتی' کو بھارتیہ آئین کی جگہ نافذ کرنا چاہتی ہیں۔ 'منو سمرتی' ان کے لئے کتنی عظیم اور پاک ہے یہ 'ہندتوادی' تحریک اور آر ایس ایس کے فلسفی اور رہنما ونائیک دامودر ساور کر کے مندرجہ ذیل جملوں سے اچھی طرح واضح ہو جائے گا:

> 'منو سمرتی' ایک ایسا مذہبی صحیفہ ہے جو ہماری ہندو قوم کے لئے ویدوں کے بعد سب سے زیادہ لائق عقیدت ہے اور قدیم زمانے سے ہی ہماری ہندو تہذیب، رسم و رواج، خیالات اور برتاؤ کی بنیاد ہو گیا ہے۔ صدیوں سے اس کتاب نے ہمارے ملک کی روحانی اور مذہبی تحریک کو نقش بند کیا ہے۔ آج بھی کروڑوں ہندو اپنی زندگی اور عادتوں میں جن قوانین کی تعمیل کرتے ہیں وہ 'منو سمرتی' کے مطابق ہیں۔ آج 'منو سمرتی' ہندو قانون ہے۔[38]

26 نومبر سنہ 1949 کو ہندوستان کی آئین ساز اسمبلی نے ہندوستان کے آئین کو آخری جامہ پہنایا تو راشٹریہ سویم سیوک سنگھ نے 'منو سمرتی' کو ہندوستان کا آئین نہیں بنائے جانے پر سخت ناراضگی ظاہر کی۔ اپنے انگریزی ترجمان 'آرگنائزر' میں ایک ایڈیٹوریل (30/نومبر 1949) میں اس نے ان لفظوں میں شکایت کی:

> ہمارے آئین میں قدیم ہندوستان میں ہوئی بہترین آئینی چیزوں کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ منو کا قانون اسپارٹا کے لائیکرگھس یا پرشیا (ایران) کے سولون سے بہت پہلے لکھا گیا تھا۔

---

[38] وی ڈی ساور کر، ساور کر سمگر، حصہ چہارم، 'منوا سمرتی میں مہیلائیں'، پربھات، دہلی 2000، ص 416

آج تک اس قانونی نظام کی جو 'منو سمرتی' میں پیش کیا گیا ہے، سارے عالم میں تعریف کی جاتی ہے اور یہ خود بخود مذہبی تعمیل کا جذبہ اور یکسانیت پیدا کرتا ہے، لیکن ہمارے آئینی پنڈتوں کے لئے اس کے کوئی معنی نہیں ہیں[39]۔

ہندوستان کو عوامی جمہوریت بنانے کا اعلان 26/ جنوری 1950 کو کیا گیا اور دستور اساسی کو مکمل طور پر لاگو کیا گیا۔ خاص اس موقع پر عدالت عالیہ کے ریٹائرڈ جج شنکر سبا ایر نے، جو آر ایس ایس کے بڑے ہمدرد بھی تھے، آر ایس ایس کے انگریزی اخبار 'آرگنائزر' میں 'منو ہمارے دل پر راج کرتے ہیں' کے عنوان سے ایک مضمون میں لکھا:

حالانکہ ڈاکٹر امبیڈکر نے حال میں بمبئی میں کہا کہ منو کے دن لد گئے ہیں مگر پھر بھی یہ حقیقت ہے کہ ہندوؤں کی روزمرہ کی زندگی 'منو سمرتی' اور دیگر سمرتیوں میں پیش کردہ اصولوں اور فرمانوں سے متاثر ہے۔ یہاں تک کہ جو قدامت پرست ہندو نہیں ہیں، وہ بھی کچھ معاملات میں سمرتیوں میں پیش کردہ کچھ قوانین سے اپنے آپ کو بندھا ہوا محسوس کرتے ہیں اور ان میں اپنی عقیدت چھوڑنا نہیں چاہتے ہیں۔[40]

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ 1927ء میں خود ڈاکٹر امبیڈکر کی موجودگی میں 'منو سمرتی' کو ایک انسانیت مخالف کتاب مان کر اس کی ایک جلد کو مہاد، مہاراشٹر میں جلایا گیا تھا۔ آر ایس ایس اسی کتاب کو ملک کا آئین بنانا چاہتا ہے۔ 'منو سمرتی' شودھروں (دلتوں) اور ہندو عورتوں کے بارے میں جس طرح کا نظریہ رکھتی ہے اور ان کے بارے میں احکامات دیتی ہے ان کو جاننا بہت ضروری ہے۔

---

[39] آرگنائزر، 30/نومبر 1949، ص 3

[40] مصدر سابق، 6/فروری 1950، ص 7

اچھوتوں (دلتوں) کے لئے منو کے قانون[41]

1۔ برہما نے قانون کی بہبودی اور نوشحالی کے لئے اپنے منہ، بازو، ران (پاؤں) اور پاؤں سے برہمن، چھتری، ویش اور شودر ذاتوں کو پیدا کیا۔ (1/31)

2۔ بھگوان نے شودر ذات کے لوگوں کے لئے ایک ہی کام فرض کیا ہے کہ وہ تینوں اعلیٰ ذاتوں کی نیچ خدمت کرے۔ (91/1)

3۔ شودر اگر دیگر ذاتوں، برہمن، چھتری اور ویش کو گالی دیتا ہے تو اس کی زبان کاٹ دینی چاہئے کیونکہ نیچی ذات والے کی وہ سے وہ اس سزا کا مستحق ہے۔ (270/8)

4۔ شودر کے ساتھ متکبرانہ انداز میں برہمن سے دیگر ذاتوں کے نام اور ذات کے بارے میں پوچھے پر اس کے منہ میں دس انگل لوہے کی تپتی کیل ٹھونک دینی چاہئے۔ (271/8)

5۔ شودر کے ساتھ متکبرانہ انداز میں برہمنوں کو دھرم و نصیحت دینے کی ہمت کرنے پر راجہ کو اس کے منہ اور کان میں گرم تیل ڈال دینا چاہئے۔ (272/8)

6۔ شودر اگر دوسری ذات کے کسی فرد پر اپنے کسی عضو سے حملہ کرتا ہے تو اس کا وہ عضو کاٹ دینا چاہئے۔ یہی منو کی تعلیم ہے۔ اگر وہ لاٹھی اٹھا کر حملہ کرتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دینا چاہئے اور اگر غیض میں آکر پاؤں سے حملہ کرتا ہے تو اس کے پاؤں کاٹ دینے چاہئیں۔ (278/8)

7۔ اعلیٰ ذات کے لوگوں کے ساتھ بیٹھنے کی خواہش رکھنے والے شودر کی کمر کو داغ کر اسے وہاں سے نکال دینا چاہئے یا پھر اس کے دونوں کولہے اس طرح کٹوا دینے چاہئیں کہ نہ وہ جی سکے اور نہ مر سکے۔ (280/8)

8۔ نیچی ذات والے شخص کے متکبرانہ انداز میں اعلیٰ ذات پر تھوکنے پر راجہ کو اس کے ہونٹ، پیشاب کرنے پر آلہ تناسل اور ہوا خارج کرنے پر نچلا حصہ کٹوا دینا چاہئے۔ (281/8)

---

[41] منو کے یہ قانون ایف ایکس ولکنسن نے انگریزی ترجمے "لاز آف منو" (1886) سے لئے گئے ہیں۔ ہر کیٹ میں پہلا ہندسہ "منو سمرتی" کا باب ہے اور دوسرا ہندسہ شلوک نمبر ہے

9۔ شودر کے متکبرانہ انداز میں اعلیٰ ذات کے کسی شخص کو مار ڈالنے کے مقصد سے اس کے بال، داڑھی، گردن، پاؤں اور عضو خاص کو پکڑنے پر اس کے ہاتھوں کو بنا سوچے سمجھے ہی کاٹ دینا چاہئے۔(282/8)

ایک طرف تو شودر کے لئے اتنی سخت اور بے رحم سزائیں ہیں، دوسری طرف برہمنوں کے لئے منو کے پیار کی کوئی حد نہیں ہے۔ منو کے لحاظ سے: ''راجا کو کبھی بھی ایک برہمن کو موت کی سزا نہیں دینی چاہئے چاہے اس نے ہر ممکن جرائم ہی کیوں نہ کئے ہوں۔ زیادہ سے زیادہ اسے ریاست سے نکال دینا چاہئے۔ لیکن دھیان رہے کہ اس کی ساری دولت اس کے پاس رہے اور اس کے جسم کو کسی بھی قسم کی چوٹ نہ پہنچے''۔ (382/8)

ہندو خواتین کے لئے منو کے قانون

1۔ مردوں کو اپنی عورتوں کو رات دن اپنے قابو میں رکھنا چاہئے۔(2/9)

2۔ عورت کی بچپن میں باپ، جوانی میں شوہر اور بڑھاپے میں بیٹے حفاظت کرتے ہیں۔ یعنی وہ ان کے زیر نگرانی رہتی ہے اور اسے نگرانی میں جینا چاہئے۔ ایک عورت کبھی بھی آزادی کی حقدار نہیں ہے۔(3/9)

3۔ بگڑنے کے چھوٹے سے موقع سے بھی عورتوں کو اور اوتاؤ اور سختی سے بچانا چاہئے کیونکہ سختی نہیں کرنے پر اس طرح کی عورتیں دونوں (والدین اور شوہر کے) خاندانوں کو بدنام کرتی ہیں۔(14/9)

4۔ سبھی ذاتوں کے لوگوں کے لئے مذہبی طور پر ضروری ہے کہ وہ اپنی عورتوں پر سختی برتیں۔ یہ دیکھ کر کمزور شوہروں کو بھی اپنی عورتوں پر قابو کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔(16/9)

5۔ یہ عورتیں نہ تو مرد کی عمر کا اور نہ ہی اس کی خوبصورتی کا خیال کرتی ہیں۔ انہیں تو صرف مرد ہونے سے مطلب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرد کو حاصل کرتے ہی یہ اس سے صحبت کے لئے تیار ہو جاتی ہیں، چاہے وہ بدصورت ہو یا خوبصورت۔ (14/9)

6۔ منو کے مطابق برہماتی نے مندرجہ ذیل عادتیں فطری طور پر عورتوں میں پائی ہیں: بناؤ سنگار، بستر، زیورات کے استعمال کا شوق، جنسی صحبت کا جنون، ٹیڑھا پن، جلن، حسد، گھومنا پھرنا اور سچ دھج کر دوسروں کو دکھانا۔ (17/9)

7۔ عورتوں کو وید منتروں کا پاٹھ نہیں کرنا چاہئے یہی شاستر میں کہا گیا ہے۔ کیونکہ عورتیں کم عقل و کم فہم (یعنی صحیح نہ دیکھنے، سننے، بولنے والی) ہوتی ہیں۔ (18/9)

یہ شرمناک سلسلہ یہیں ختم نہیں ہوتا ہے۔ آر ایس ایس کی کتابوں کی دکانوں پر گیتا پریس، گورکھپور کے ذریعہ چھاپی گئی ایک کتاب جس کا عنوان ہے "گرہست میں کیسے رہیں"، کھلے عام بیچی جاتی ہے اس کتاب کے مصنف ہندو وادی راجنیتی کے ایک بڑے مفکر سوامی رام سکھ داس ہیں سوامی نے اس کتاب میں سوال جواب کے ذریعہ ہندو خاندانوں کو جس طرح کی زندگی جینی چاہئے اس بارے میں نصیحتیں اور احکامات دئے ہیں۔ یہ شرمناک حکم نامے عورتوں کے بارے میں جس فلسفے کو بگھارتے ہیں وہ ہر طرح کے انسانی حقوق کی دھجیاں اڑاتا ہے۔ ان میں سے کچھ سوال جواب یہاں پیش کئے جا رہے ہیں:

سوال: شوہر مار پیٹ کرے، دکھ دے تو بیوی کو کیا کرنا چاہئے؟

جواب: بیوی کو تو یہی سمجھنا چاہئے کہ میرے پچھلے جنم کا کوئی بدلہ ہے، قرضہ ہے، جو اس شکل میں چکایا جا رہا ہے۔ اس طرح میرے پاپ ہی دھل رہے ہیں اور میں شدھ ہو رہی ہوں۔ مانگنے والوں کو پتا لگنے پر وہ اس کو اپنے گھر لے جا سکتے ہیں کیوں کہ انہوں نے مار پیٹ کے لئے اپنی لڑکی تھوڑی دی تھی۔

سوال: اگر مانگنے والے بھی اس کو اپنے گھر نہ لے جائیں تو وہ کیا کرے؟

جواب: پھر تو اس کو اپنے پرانے پاپوں کا پھل بھوگ لینا چاہئے۔ اس کے سوائے بے چاری کیا کر سکتی ہے۔ اس کو شوہر کی مار پیٹ حوصلہ کر کے سہہ لینی چاہئے۔ سہنے سے پاپ دھل جائیں گے اور آگے ممکن ہے کہ شوہر پیار بھی کرنے لگ جائے اگر وہ شوہر کی مار پیٹ نہ سہہ سکے تو شوہر سے کہہ کر اس کو الگ ہو جانا چاہئے اور الگ رہ کر زندہ رہنے

کے لئے کچھ کام کرتے ہوئے اور بھگوان کو یاد کرتے ہوئے بے فکر رہنا چاہئے۔ [42]

اگر آر ایس ایس کے مطابق ہمارا دیش ہندو راشٹر بن جاتا ہے تو یہاں اقلیتوں کا ہی صفایا نہیں ہوگا اور ان پر ہی ظلم نہیں ہوگا بلکہ دلت اور ہندو عورتیں بھی اپنے تمام سیاسی سماجی اور معاشی حقوقوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ عورتوں کے بارے میں اسی طرح کے شرمناک احکامات ہمارے پڑوسی ملکوں، پاکستان اور بنگلہ دیش، میں مذہب کے ٹھیکے دار جاری کرتے رہتے ہیں جس کا صاف مطلب ہے کہ عورتوں کے حقوق کی پائمالی ان کا مشترکہ مقصد ہے۔

---

[42] سوامی رام سنگھ داس، گرہست میں کیسے رہیں، گیتا پریس، گورکھپور، ۲۰۱۴ء ص ۷۰

آر ایس ایس کا ملک —— دو قومی نظریہ میں اعتقاد؟

آر ایس ایس اپنے آپ کو ساور کر کے 'ہندوتو' کے فلسفے کا اصلی وارث مانتا ہے۔ ڈاکٹر ہیڈگیوار نے ساور کر سے لمبی گفتگو کے بعد ہی آر ایس ایس کی بنیاد رکھی تھی۔ یہ حقیقت کسی سے چھپی نہیں ہے کہ ساور کر واضح طور پر دو قومی نظریے میں یقین رکھتے تھے۔ ہندو مہاسبھا کے 19 ویں اجلاس (سنہ 1937، احمد آباد) کے موقع پر صدارتی خطبہ پڑھتے ہوئے، ساور کر نے کہا تھا:

> فی الحال ہندوستان میں دو مقابل قومیں پاس پاس رہ رہے ہیں۔ کئی ناپختہ سیاستداں یہ مان کر سنجیدہ غلطی کر بیٹھتے ہیں کہ ہندوستان پہلے ہی سے ایک پر اخلاص ملک کی شکل میں ڈھل گیا ہے۔ اس طرح کے ہمارے نیک نیت والے لاپرواہ دوست خوابوں کو حقیقت میں بدلنا چاہتے ہیں۔ پختہ حقیقت یہ ہے کہ نام نہاد فرقہ وارانہ سوال اور کچھ نہیں بلکہ سیکڑوں سالوں سے ہندو اور مسلمانوں کے بیچ تہذیبی، مذہبی اور قومی رقابت کے نتیجے میں ہم تک پہنچے ہیں۔ آج یہ قطعی نہیں مانا جاسکتا کہ ہندوستانی ایک یکجہتی میں پروئی ہوئی قوم ہے۔ بلکہ اس کے خلاف ہندوستان میں خاص طور پر دو قومیں ہیں ہندو اور مسلمان[43]۔

صرف اتنا ہی نہیں جب 1942ء کی انگریزوں بھارت چھوڑو تحریک کی وجہ سے انگریزوں نے کانگریس پر پابندی لگادی تھی اور پورے ملک میں زبردست سرکاری ظلم ڈھایا جارہا تھا، ان حالات میں اور ان دِنوں مسلم لیگ اور ہندو مہاسبھا نے ملک کے کئی صوبوں میں سرکاریں چلائی تھیں۔ اس شرمناک ملی بھگت کو جائز ٹھہراتے ہوئے ساور کر نے سنہ 1942 میں ہندو مہاسبھا کے کانپور اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

> عملی سیاست میں بھی ہندو مہاسبھا جانتی ہے کہ ہمیں عقلمندانہ مفاہمت کے ذریعے آگے

---

[43] سمگر ساور کر وانگمے، پونا، 1963، ص 296

بڑھنا چاہئے۔ حال ہی میں سندھ کی سچائی کو دیکھیں یہاں سندھ ہندو مہاسبھا نے دعوت کے بعد مسلم لیگ کے ساتھ ملی جلی سرکار چلانے کی ذمہ داری لی۔ بنگال کی مثال بھی سب کو پتہ ہے۔ جھگڑالو لیگ (یعنی مسلم لیگ) جنہیں کانگریس اپنی تمام خود سپردگی کے باوجود خوش نہیں رکھ سکی، ہندو مہاسبھا کے ساتھ تعلق قائم کرنے پر دلیلی مفاہمت اور سماجی اخلاق کے لئے تیار ہوگئے اور وہاں کی ملی جلی سرکار مسٹر فضل الحق کی وزیر اعظمیت اور مہاسبھا کے قابل اور محترم لیڈر شیاما پرساد مکھرجی کی سرپرستی میں دونوں فرقوں کے فائدے کے لئے ایک سال تک کامیابی سے چلی۔[44]

آر ایس ایس نے ساورکر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس سچائی کو ماننے سے انکار کر دیا کہ بھارت دیش ہندو — مسلمان اور دوسرے مذاہب کے ماننے والے لوگوں سے مل کر بنا ہے۔ خاص آزادی کے موقع پر (14/اگست 1947) کو اس کے انگریزی ترجمان اخبار 'آرگنائزر' نے ایک اداریہ کے ذریعہ بھارتیہ قومیت کی مندرجہ ذیل شرمناک وضاحت کی:

> قومیت کی جھوٹی سمجھ سے گمراہ ہونے سے ہمیں بچنا چاہئے۔ بہت سے دماغی بھٹکاؤ اور حال و مستقبل کی پریشانیوں کو دور کیا جاسکتا ہے اگر ہم اس آسان سچائی کو مان لیں کہ ہندوستان میں صرف ہندو ہی قوم کی تشکیل کرتے ہیں اور قومیت کا ڈھانچہ اسی محفوظ اور صحیح بنیاد پر کھڑا کیا جانا چاہئے۔ اس قوم کو ہندوؤں کے ذریعے، ہندو روایتوں، تہذیب، افکار اور امیدوں کی بنیاد پر ہی بنایا جانا چاہئے۔

شاید یہی وجہ ہے کہ موجودہ وزیر اعظم، نریندر مودی، جب گجرات کے وزیر اعلیٰ تھے تو انہوں نے یوروپ کی ایک مشہور نیوز ایجنسی 'رائٹر' کو ۱۲ جولائی 2013 کو انٹرویو دیتے ہوئے خود کو 'ہندو قوم پرست' بتایا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ مودی 'بھارتیہ قوم پرست' نہیں ہیں بلکہ 'ہندو قوم

---

44 سمگر ساورکر ودانگمے، پونا، 1963، ص 479-80

پرست ہیں۔ اگر آر ایس ایس کا یہ بڑا سرپرست خود کو ہندو قوم پرست بتا رہا ہے تو وہ یہ بھی قبول کر رہا ہے کہ دیگر مذاہب کے لوگ الگ الگ قومیں ہیں اور کوئی بھی بھارتیہ قوم پرست نہیں ہیں۔ اس طرح کی بات کرنا ہندوستانی قوم پرستی کو دفنانے کے برابر ہے۔

آر ایس ایس کے ان ملک دشمن خیالات اور حرکتوں سے ملک کے تمام حب الوطن عوام کو روشناس کرانا، آج کی قوم پرستی کا بنیادی تقاضہ ہے۔ یہ ایک ایسی تنظیم ہے جس کا اس ملک کی زندگی، تاریخ اور دکھ درد سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔ اب وہ حاشیے پر پڑی ایک تنظیم نہیں ہے بلکہ اپنے ایک خاص سازشانہ انداز میں پوری بھارتی ریاست اور معاشرے کو تباہ کرنے میں مشغول ہے۔ اگر اس عظیم ملک، یہاں کی جمہوریت اور یہاں پھل پھول رہی ملی جلی تہذیب کو بچانا ہے تو آر ایس ایس کے اصلی چہرے کو بے نقاب کرنا بہت ضروری ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر کسی ایک تنظیم کو بھارتیہ بنانا ہے تو وہ آر ایس ایس ہی ہے۔

گائے اور ہندُتو : جھوٹ اور سچ

'رام'، 'لو جہاد' اور 'گھر واپسی' (مسلمانوں و عیسائیوں کو جبریہ ہندو بنانا) جیسے معاملات کے بعد ہندُتووادی طاقتوں کے ہاتھ میں اب گئو رکشا کا ہتھیار ہے۔ مقدس گائے کو بچانے کے نام پر مسلمانوں اور دلتوں کو متشدد بھیڑ کے ذریعے گھیر کر اور پیٹ پیٹ کر قتل کر ڈالنے، ان کے اعضاء کا مثلہ کرنے اور ان کے ساتھ لوٹ مار کرنے کے واقعات مسلسل ہو رہے ہیں۔ یاد رہے کہ ایسے کئی واقعات کا پتہ ہی نہیں چل پاتا ہے۔ ڈینگ ہانکنے یا اپنی بہادری دکھانے کے لئے ان متشدد عناصر کے ذریعے خود ہی سوشل میڈیا پر ڈالے گئے ویڈیوز اس مار پیٹ اور ظلم و زیادتی کی تصویر دکھاتے ہیں، جسے دیکھ سن کر تقسیم کے وقت کے ظالمانہ اور ہولناک واقعات یاد آ جاتے ہیں۔ انہیں دیکھ کے صاف لگتا ہے کہ ان متشدد اور بے لگام عناصر کو حکومت کی سرپرستی حاصل ہے اور انہیں قانون کا کوئی ڈر نہیں ہے۔ یہ شرمناک ویڈیوز ہمیں دکھا رہے ہیں کہ کس طرح یہ ہندتووادی متشدد عناصر کسی کو پیٹ پیٹ کر مار ڈالنے یا اسے ادھ مرا کر دینے پر خوشیاں مناتے، اس سے حظ اٹھاتے ہیں۔ گئو رکشا کا مذہبی فریضہ ادا کرنے والے یہ غیر سماجی عناصر صحیح معنوں میں قاتل ہونے کے ساتھ ہی لٹیرے بھی ہیں۔ یہ اس سے ثابت ہو جاتا ہے، جب ہم انہیں متاثرین کو گھیر کر مارنے سے پہلے ان کی رقومات اور چیزوں کی لوٹ مار کرتے دیکھتے ہیں۔

آر ایس ایس کے سینئر رضاکار اور نظریہ ساز، ہمارے وزیر اعظم کے ذریعے اگست 2016 میں گئو ماتا کے ان بے لگام اور متشدد بھکتوں کو سماج دشمن عناصر ٹھہرا دیے جانے کے باوجود ان کا پُر تشدد ننگا ناچ جاری ہے۔ وزیر اعظم نے کہا تھا: ''یہ دیکھ کر مجھے بہت غصہ آتا ہے کہ لوگ گائے کی حفاظت کے نام پر دکانیں چلا رہے ہیں... کچھ لوگ رات کے وقت غیر سماجی کاموں میں ملوث رہتے ہیں اور دن میں وہ گئو رکشک کا لبادہ اوڑھ لیتے ہیں۔''

وزیر اعظم کے اس سخت تبصرے کو تقریباً ایک سال ہوا چاہتا ہے لیکن گائے کے نام پر کی جانے

والی متشدد کارروائیاں اس عرصے میں اور بڑھ گئیں بلکہ ملک کے بڑے حصے میں پھیل گئی ہیں۔ یہ زیادہ شدید ہو گئیں اور بے قابو بھی۔ اس کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں۔ پہلا یہ کہ وزیر اعظم نے محض دکھاوے کے لئے یہ باتیں کہی ہوں، تاکہ اِن مجرمانہ کارروائیوں کے خلاف معاشرے میں پنپ رہے غصے کو کم کیا جا سکے۔ دوسرا یہ کہ مذکورہ گئو رکشک سماج دشمن عناصر نہیں ہیں، بلکہ اصل گئو رکشک ہیں، جنہیں وزیر اعظم کی حمایت حاصل ہے۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ ان گینگسٹرس کو آر ایس ایس اور انتظامیہ کے ذریعے پورا تحفظ دیا جاتا ہے۔

بد قسمتی سے عدلیہ، جس کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ ملک کے حکمرانوں کو آئین کی پاسداری کرتے ہوئے حکومت کرنے پر پابند کرے گی، کئی بار اس نے عوامی مفادات سے متعلق معاملات میں متاثر کن کام کئے بھی، لیکن پتہ نہیں کیوں اس وقت وہ ان جرائم پیشہ عناصر کے آگے خاموش ہے۔ بلکہ راجستھان ہائی کورٹ کے ایک جج نے 'گئو بھکتوں' کے ذریعے کیے گئے جرائم کی پڑتال کرنے کے بجائے (گئو رکشا کے نام پر کیے جانے والے تشدد میں راجستھان پہلے نمبر پر ہے۔ کچھ وقت پہلے ہی وہاں ان گئو رکشکوں نے پہلو خان کو وحشیانہ طریقے سے مار ڈالا۔ اس واقعہ کا مکمل ویڈیو بھی اپ لوڈ کیا گیا تھا۔) گائے کو قومی جانور قرار دینے اور اس کا قتل کرنے والے کو سزائے موت دینے کی ہدایات جاری کیں۔

بھارت کے وزیر داخلہ راج ناتھ سنگھ نے تو جو آر ایس ایس کے ایک اہم مفکر بھی ہیں، گائے کی پاکیزگی پر ایک نئی 'سائنسی' تحقیق تک کا حوالہ دے ڈالا۔ آر ایس ایس کے عہدیداروں کے ایک پروگرام سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے امریکہ کے محکمہ زراعت کی طرف سے جاری ایک رپورٹ کا ذکر کیا اور کہا کہ "گائے میں 80 فیصد جینس ایسے پائے گئے ہیں جو انسانوں میں بھی موجود ہیں۔" ساتھ ہی انہوں نے ہندوستانی شہریوں سے "گائے کی حفاظت اور اس کی عبادت کرنے" کا اعلان بھی کیا۔

اس میں کوئی تعجب نہیں کہ آر ایس ایس کے یہ رضاکار، راج ناتھ سنگھ اس معاملے میں نہ صرف نا سمجھ سوچ والے بلکہ جانبدار اور غلط بھی تھے۔ عالمی سطح کے باوقار رسالے سائنس کی تحقیق کی بنیاد پر بھارت کے ایک اہم انگریزی روزنامہ نے یہ واضح کیا ہے کہ دیگر کئی جانوروں کے جینس، گائے کے جینس سے زیادہ انسانی جینس سے ملتے ہیں۔ چمپانزی (گوریلے)، بلی، چوہے اور کتے میں بالترتیب 96، 90، 85 اور 84 فیصد جینس انسانی جینس کی مانند ملتے ہیں۔ صرف یہ مخلوق ہی نہیں، پھلوں میں بھی یہی صورت حال ہے، جیسے کیلے میں 60 فیصد جینس انسانی جینس کی مانند ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ راج ناتھ سنگھ کب ان کے بھی مقدس ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔ ہمیں ان سے یہ جاننے کی بھی ضرورت ہے کہ اقلیتی فرقے سے تعلق رکھنے والے لوگ اور دلت، انسان ہیں یا نہیں؟ ان میں بھی گئو ماتا کے جینس ہیں یا نہیں؟ اور ان کی جانیں متشدد بھیڑ سے بچائی جانا ضروری ہیں کہ نہیں؟

گئو رکشکوں کے تازہ شکار (واقع چنئی) آئی آئی ٹی-ایم کے گوشت خور لوگ ہوئے ہیں۔ انسٹی ٹیوٹ کے احاطے میں آر ایس ایس کی طلبہ تنظیم [اے بی وی پی] کے کارکنوں نے ان پر بری طرح حملہ کیا۔ ہندتو وادی کارکنوں کی طرف سے گائے کے نام پر مسلسل کئے جارہے ان پر تشدد حملوں سے ایک بات تو بالکل واضح ہے کہ یہ فاشسٹ عناصر ہمارے آج کے بھارت کے بارے میں کچھ نہیں جانتے اور ہندوستانی تاریخ کے معاملے میں تو نرے جاہل ہیں۔ خاص طور سے ویدک دور کی تاریخ سے یہ مکمل طور پر نابلد ہی ہیں، جسے یہ سنہرے دور کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

ہندوستان میں بیف کا استعمال: تاریخ کے آئینے میں

اگر کوئی جھوٹ اور دھوکہ دہی میں مہارت حاصل کرنے کے لئے کسی گرو کل یا یونیورسٹی کی تلاش میں ہے تو یقیناً آر ایس ایس اس کے لیے بہتر ادارہ ہوگا۔ اس میدان میں ان کی کارکردگی سے کسی کا کوئی موازنہ نہیں کیا جاسکتا۔ بھارت کے ہندوؤں کی گوشت خوری کے بارے میں وہ حقائق کو جھٹلا کر جس طرح کی باتیں کرتے ہیں، اس سے ایک بار پھر ان کی یہ مہارت ثابت ہورہی ہے۔ وہ تاریخی

حقائق کو مجرمانہ طور پر توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہوئے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ بھارت میں بیف کھانے کا چلن مسلمان / عیسائی حکمرانوں کی آمد کے بعد سے شروع ہوا اور ان حکمرانوں نے ہندوؤں اور ان کے مقدس مذہبی عقائد کو پامال کرنے کے لئے بھارت میں گوشت خوری پر زور دیا۔ ایک سوال کہ "ہمارے ملک (بھارت) میں گائے ذبح کرنے کا عمل کس طرح شروع ہوا؟" کے جواب میں پوری طرح جھوٹ بولتے ہوئے، بے شرمی سے آر ایس ایس کے مہان گرو، گولوالکر نے کہا:

> اس کا آغاز ہمارے ملک میں غیر ملکی حملہ آوروں کی آمد کے ساتھ ہوا۔ لوگوں کو غلامی کے لئے تیار کرنے کے مقصد سے انہوں نے سوچا کہ ہندوؤں کی خود اعتمادی سے منسلک ہر چیز کو پامال کرو... اسی سوچ کی وجہ سے گئوکشی بھی شروع کی گئی۔[45]

یہاں یہ جاننا دلچسپ ہوگا کہ آر ایس ایس نے اپنے قیام (1925) سے لے کر ہندوستان کی آزادی تک، انگریزی راج میں کبھی بھی گائے کے ذبحیہ کو بند کرنے کے لئے کسی بھی قسم کی تحریک نہیں چلائی۔

البتہ اس کے ذریعے کئے گئے اس قسم کے پروپیگنڈے نے گوشت کھانے یا اس کا کاروبار کرنے والے ملک کے دو اقلیتی فرقوں اور دلتوں کو دہشت زدہ کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ یہاں اس کا بھی خیال رکھا جانا چاہئے کہ ہندُتووادی سیاست کے عروج کے ساتھ ہی گائے کو ایسا حساس مسئلہ بنا دیا گیا، جس نے ملک میں مسلمانوں اور دلتوں کے خلاف تشدد بھڑکانے کے زیادہ تر معاملات میں مرکزی کردار ادا کیا۔ نازی منفی مبلغ پال جوزف گوئبلس کے ہندوستانی جانشینوں کے لئے، جو اس کا دعویٰ کرتے ہیں کہ بھارت میں بیف کھانا مسلمانوں / عیسائیوں کے آمد کے ساتھ شروع ہوا، ہندوستانی تاریخ کے ویدک دور کی ہندو مصنفین کے ذریعے پیش کی گئیں تفاصیل بے کار ہی رہیں۔

---

45 MS Golwalkar, *Spotlight*, Sahitya Sindhu (RSS publication house), Bangalore, 1974, p. 98

آر ایس ایس کے ذریعے ہندو نظریاتی مفکر کے طور پر مستند قرار دیے گئے سوامی وویکانند نے پہلی دنیا، کیلی فورنیا (امریکہ) کے شیکسپیئر کلب میں 2 فروری 1900 کو 'ہندو ازم اور انڈیا' موضوع پر اپنے خطاب میں کہا:

> آپ حیران رہ جائیں گے اگر قدیم تفاصیل کی بنیاد پر میں کہوں کہ وہ اچھا ہندو نہیں ہے جو بیف نہیں کھاتا ہے۔ اہم مواقع پر اسے الازماً بیل کی قربانی دینا اور اسے کھانا چاہئے۔[46]

اس بیان کو ویدک دور کی تاریخ و ثقافت کے ماہر سی کُنہن راجا کی بات سے تقویت ملتی ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ راجا نے یہ تحقیقی کام وویکانند کے قائم کردہ ادارے رام کرشن مشن کے تحت کیا ہے۔ اس میں انہوں نے کہا ہے:

> ویدک آرینس جن میں برہمن بھی شامل تھے، مچھلی، گوشت، یہاں تک کہ بیف بھی کھاتے تھے۔ ایک معزز مہمان کی مہمان نوازی میں بیف پیش کیا جاتا تھا۔ اگرچہ ویدک آرینس بیف کھاتے تھے لیکن اس کے لئے دودھ دینے والے گائے کو ذبح نہیں کیا جاتا تھا۔ ایسی گایوں کے لئے 'اگنیے' (جنہیں مارنا نہیں ہے) کا لفظ استعمال کیا جاتا تھا۔ لیکن ایک مہمان کو 'گھنا' (جس کے لئے گائے ذبح کی جانی ہے) مانا جاتا تھا۔ اُس وقت صرف بیل، بانجھ گائے اور بچھڑوں کو ذبح کیا جاتا تھا۔[47]

ہندوستانی سیاست، مذہب اور ثقافت کے ماہر نیز معتبر محقق ڈاکٹر امبیڈکر نے اس موضوع پر 'کیا ہندوؤں نے کبھی بیف نہیں کھایا؟' کے عنوان سے عمدہ مضمون لکھا ہے۔ وہ لوگ جو واقعی قدیم

---

46 Vivekananda, *The Complete Works of Swami Vivekananda*, vol. 3 (Calcutta: Advaita Ashram, 1997), p. 536.

47 C. Kunhan Raja, "Vedic Culture", cited in the series, Suniti Kumar Chatterji and others (eds.), The Cultural Heritage of India, vol. 1 (Calcutta: The Ramakrishna Mission, 1993), p. 217.

بھارت کو جاننا، سمجھنا اور اقلیتوں کو کنارے کر اُن کا صفایا کرنے کے لئے گڑھے جانے والے متھس کی اصلیت جاننا چاہتے ہیں، انہیں ڈاکٹر امبیڈکر کا یہ تاریخی مضمون ضرور پڑھنا چاہیے۔ [48]

ویدِک عہد اور مابعد ویدک عہد کے انگنت ہندو مسودات کا مطالعہ کرنے کے بعد ڈاکٹر امبیڈکر اس نتیجے پر پہنچے کہ

"جب بھی پڑھے لکھے برہمن اس پر بحث کریں کہ ہندوؤں نے کبھی بیف نہیں کھایا اور وہ تو گائے کو مقدس مانتے ہیں اور انہوں نے ہمیشہ گائے ذبح کرنے کی مخالفت کی ہے تو ان کی بات کو قبول کرنا ناممکن ہے۔"

دلچسپ بات یہ ہے کہ ڈاکٹر امبیڈکر کے مطابق گایوں کی قربانی اس لئے دی جاتی تھی، ان کا گوشت اس لیے کھایا جاتا تھا کہ وہ مقدس تھیں۔ انہوں نے لکھا:

ایسا نہیں تھا کہ ویدِک دور میں گائے کو مقدس نہیں سمجھا جاتا تھا، بلکہ اس کے مقدس ہونے کی وجہ سے ہی واجسنیئی سنگھتا میں یہ ہدایت دی گئی ہیں کہ بیف کھانا چاہیئے۔" (دھرم شاستر وِچار اِن مراٹھی، ص 180)۔ یہ کہ رِگ وید کے آرینس غذا کے لیے گایوں کو ذبح کرتے تھے اور ان کا بیف کھانا رِگ وید سے ہی ثابت ہوتا ہے۔ رِگ وید (X.86.14) میں اندر کہتا ہے: 'انھوں نے ایک بار 20 بیلوں کو ذبح کیا۔' رِگ وید (X.91.14) میں ہے کہ اگنی کے لیے گھوڑوں، بیلوں، بانجھ گایوں اور بھیڑوں کی قربانی کی گئی۔ رِگ وید سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ گایوں کو تلوار یا کلہاڑی سے ذبح کیا جاتا تھا۔ [49]

---

[48] B. R. Ambedkar, 'Did the Hindus never eat beef?' in *The Untouchables: Who Were They and Why They Became Untouchables?* in Dr. Babasaheb Ambedkar Writings and Speeches, vol. 7, (Government of Maharashtra, Bombay, 1990, first edition 1948) pp. 323- 328.]
http://www.countercurrents.org/ambedkar050315.htm. Also see great work by Professor DN Jha, The Myth of the Holy Cow, link:
https://archive.org/details/TheMythOfHolyCowJha

[49] B. R. Ambedkar, 'Did the Hindus never eat beef?' in *The Untouchables: Who Were They and Why They Became Untouchables?* in Dr. Babasaheb Ambedkar

اپنے مضمون کا اختتام امبیڈکر نے ان الفاظ پر کیا ہے:

> اِن تمام ثبوتوں کی موجودگی میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا کہ ایک وقت تھا جب ہندو، چاہے وہ برہمن ہوں یا دیگر نہ صرف گوشت خور تھے بلکہ وہ بیف بھی کھاتے تھے۔[50]

ہندُتوادیوں کے ذریعے بھارت کے کمزور طبقوں کے خلاف کیا جا رہا تشدد آر ایس ایس کے دوغلے پن کو ہی اجاگر کرتا ہے، جو اس کے طور طریقوں و پالیسی کا لازمی حصہ ہے۔ حقیقت میں تو، کسی بھی معاملے پر دو تین طرح کی باتیں کرنا آر ایس ایس کے لئے بہت کم ہی تصور کیا جائے گا۔ ہندُتوادی تنظیمیں، خاص طور پر آر ایس ایس سے منسلک، عام انصاف پسند ہندوستانیوں کا کھلے عام قتل کر رہی ہیں، نہ صرف گائے کے لئے بلکہ ان جانوروں کو ادھر سے اُدھر لانے لے جانے پر بھی۔ حد تو یہ ہے کہ اُن دلتوں کو بھی موت کے گھاٹ اتارا جا رہا ہے، جو قانونی طور پر مردہ گائے کی کھال اتار رہے تھے۔ اسی کے متوازی آر ایس ایس بی جے پی کے زیر اقتدار ریاستیں گوا، میزورم، میگھالیہ، ناگالینڈ، اروناچل پردیش اور منی پور ہیں، جہاں گائے کا ذبح کرنا جائز ہے اور بیف وہاں کی بنیادی غذا میں شامل ہے۔ آر ایس ایس کا طریقہ کچھ ایسا ہے کہ کچھ علاقوں میں گائے ذبح کرنے کی بات تو دور رہی، گائے کے ساتھ پائے جانے پر بھی آپ کو 'جہنم' رسید کیا جا سکتا ہے اور کچھ علاقوں میں اُس سے وابستہ لوگ گائے ذبح کراتے ہوئے راج کر رہے ہیں۔ یاد رہے کہ ہمارے ملک میں کیرل جیسی ریاست بھی ہے جہاں گوشت 'سیکولر' غذا ہے!

اس بات کے دستاویزی ثبوت موجود ہیں کہ گائے کی تجارت اور بیف پر روک نے پہلے ہی اقتصادی مشکلات میں گھرے، اپنی بقا کی جدوجہد کرتے کسانوں کے لئے اور مصیبتیں پیدا کر دی ہیں۔

Writings and Speeches, vol. 7, (Government of Maharashtra, Bombay, 1990, first edition 1948) pp. 323-328.

[50] مصدر سابق

مودی حکومت کے اقتدار میں آنے کے بعد کسانوں کی خودکشی کی شرح 30 فیصد بڑھ گئی۔ ایسے میں گائے کی فروخت پر روک لگانا کسانوں کو کنویں میں دھکے دینا جیسا ہے۔

بطور کسان لیڈر سیاست میں قدم رکھنے والے معروف سیاستداں، شرد پوار گئو سیوا کے بارے میں ایک حیرت انگیز پیشکش لائے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ آر ایس ایس کی ہدایت پر مودی حکومت گایوں کی خرید و فروخت اور اس کے ذبیحہ پر پابندی لگا رہی ہے۔ اس سے پریشان ہونے والے کسانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے یہاں کی بانجھ یا بیکار گائیں آر ایس ایس کو سونپ دیں، تاکہ وہ بھی گئو ماتا کی اچھے سے سیوا کرنے کے مقدس کام میں حصے داری کر سکیں۔ آر ایس ایس کو اس سے کوئی دقت بھی نہیں ہوگی، کیونکہ بھارت سرکار کے بعد سب سے زیادہ زمینیں اُسی کے پاس ہیں۔ پوار نے یہ مطالبہ بھی کیا ہے کہ آر ایس ایس کو ناگپور کے ریشم باغ واقع اپنا ہیڈ کوارٹر، ایک گئو شالا میں تبدیل کر لینا چاہئے، جس سے غریب کسانوں پر اُن گایوں کا پیٹ بھرنے کا بوجھ نہ پڑے اور آر ایس ایس کو گئو سیوا کا پُنیہ یعنی ثواب ملتا رہے۔

اس مقدس جنگ کا ایک واضح ایجنڈا گوشت کے کاروبار سے منسلک قریشیوں (مسلمان)، کھٹیک (ہندو) اور چمڑے کے کاروبار سے منسلک دلتوں کا اقتصادی نظام تہس نہس کرنا بھی ہے۔ اس سے خوردہ کاروبار کی طرح ہونے والی یہ غیر منظم صنعت مر جائے گی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بھارت جیسی بڑی منڈی دنیا کی اُن بڑی گوشت کمپنیوں کے حوالے کر دی جائے گی جن کی پروسیسڈ گوشت کے کاروبار پر اجارہ داری ہے۔

آر ایس ایس اپنے فاشسٹ کلچر کے تحت اپنے منہ میں بیک وقت کئی زبانیں رکھنے اور متعدد خفیہ ایجنڈوں پر کام کرنے میں ماہر ہے ہم وطنوں کو تقسیم کرنے والا کوئی ایک ایجنڈا جب اپنا اثر کھونے لگتا ہے یا زیادہ متنازعہ ہونے لگتا ہے، تو پھر وہ تھیلے سے کوئی دوسرا ایجنڈا نکال لیتا ہے۔ 'رام مندر'، 'گھر واپسی'، 'لو جہاد' اور اب باری ہے گائے کے نام پر ملک کو بانٹنے کی۔ گائے کا مسئلہ ملک کا واحد مسئلہ بن گیا ہے۔ یہ مسئلہ اصل میں توجہ بھٹکانے کے لئے محض فریب ہے۔، غربت، بے روزگاری،

فسادات، اقلیتوں، دلتوں اور خواتین کے خلاف تشدد کے معاملات سے توجہ بھٹکانے کا۔ آر ایس ایس اور بی جے پی سے منسلک حکمراں طبقے کے لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ تمام لوگوں کو ہر وقت بے وقوف بناتے رہیں گے۔ یقیناً وہ غلط ثابت ہوں گے، لیکن جب تک ان کا پردہ فاش ہوگا، تب تک تو جمہوری، سیکولر بھارت اور اس کے عوام کا برا حال ہو چکا ہوگا۔ (اس مضمون کا انگریزی سے ترجمہ: جاوید عالم، اندور)

PHAROS MEDIA & PUBLISHING PVT LTD

D-84 Abul Fazl Enclave - I, Jamia Nagar, New Delhi 110025
Tel.: 011-26947483, 26942883, 26952825, 0-9818120669
E-mail: books@pharosmedia.com www.pharosmedia.com

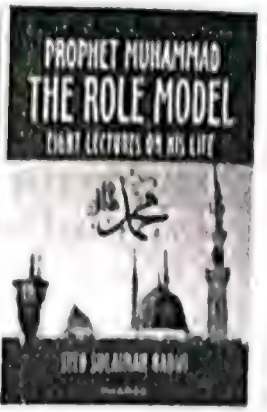

ENGLISH BOOKS

Zafarul-Islam Khan	Types of contemporary Muslims: Lax, Extremist and Moderate Rs 50
Syed Sulaiman Nadwi	Prophet Muhammad: The Role Model (Eight Lectures on *Sirah*) Rs 150
Syed Ali Hashmi	Hyderabad 1948: An Avoidable Invasion Rs 275
Elias Davidsson	The Betrayal of India: Revisiting the 26/11 Evidence Rs 695
Shamsul Islam	Indian Freedom Movement & RSS — A Story of Betrayal Rs 60
Ram Puniyani	Ambedkar and Hindutva Politics Rs 60
The Milli Gazette	Palestine Essays Rs 200
Ram Puniyani	Indian Nationalism versus Hindu Nationalism Rs 250
Farhana Qazi	Secrets of the Kashmir Valley: My journey through the conflict between India and Pakistan Rs 300
Shamsul Islam	Muslims Against Partition — Revisiting the legacy of patriotic Muslims Rs 280

Zafarul-Islam Khan	THE STALWARTS: Builders and leaders of Mushawarat 1964-2015 Rs 180
Afsana Rashid	Widows and Half Widows: saga of extra-judicial arrests and killings in Kashmir Rs 200
Zafarul-Islam Khan	MUSHAWARAT DOCUMENTS— Resolutions, Memoranda and Statements of The All India Muslim Majlis-e Mushawarat 1964-2015 Rs 1000
Nilofar Suhrawardy	Image and Substance: Modi's First Year in Office Rs 150
Farooque Ahmed	Manipuri Muslims: Historical Perspectives 615-2000 CE Rs 200
Ebrahim Kazim	Scientific Commentary of Suratul Faatehah Rs 200
IK Shukla	Hindutva: Treason and Terrorism Rs 130
Iqbal Ahmad Khan	What is Riba? An authoritative work on the most misunderstood term in Islamic economics Rs 200
Irfan	Punchline (cartoons) Rs 50
Kamaluddin Ahmad	Assams's "Doubtful Citizens" — Fact or fiction? Rs 60
Allama Muhammad Iqbal	Islam & Ahmadism — A reply to questions raised by Pandit Jawahar lal Nehru Rs 30
Mustafa Roshash	Islamic Company Law — A Comparative Juristic Analysis Rs 600
Mustafa Sherwani	Secular Horror — 15 years ordeal with Indian secularism, after a case was filed against the author for writing an article in a magazine Rs 80
NCRLM	Misra Commission Report, National Commission for Religious and Linguistic Minorities full text Rs 500

S.M. Mushrif	26/11 Probe — Why Judiciary Also Failed? Rs 275
S.M. Mushrif	Who Killed Karkare? The Real Face of Terrorism in India Rs 300
Shamsul Islam	Know the RSS: Based on Rashtriya Swayamsevak Sangh Documents Rs 60
Shamsul Islam	Golwalkar's *We or our nationhood defined*: a critique Rs 150
Subhash Gatade	Godse's Children: Hindutva Terror in India Rs 360
S. Tahir Mahmood	Minorities Commission: minor role in major affairs Rs 300
Zafarul-Islam Khan	Russian Military Intelligence (GRU) daily reports on the Iraq War Rs 75

URDU BOOKS

آر۔بی۔ سری کمار	پس پردہ گجرات (مصنف: آئی پی ایس ریٹائرڈ، گجرات کیڈر) Rs 250
سید عثمان شیر	ہندوستان — ابتدائی مسلم مورخین کی نظروں میں Rs 300
شمس الاسلام	آر ایس ایس کو پہچانیں: اس کی اپنی دستاویزات کی روشنی میں Rs 50
عبدالواحد شیخ	بے گناہ قیدی: دہشت گردی کے جھوٹے مقدمات میں پھنسائے گئے مسلم نوجوانوں کی داستان Rs 300
اقبال احمد خان سہیل	ربا کیا ہے؟ : اسلامی معاشیات میں سب سے زیادہ غلطی کی شکار اصطلاح Rs 200
ایس۔ام۔ مشرف	آر۔ایس۔ایس : ملک کی سب سے بڑی دہشت گرد تنظیم Rs 50
محمد علم اللہ	ایران میں کچھ دن Rs 100
محمد علم اللہ	مسلم مجلس مشاورت: ایک مختصر تاریخ Rs 200

شاہنواز ، راجیو یادو	آپریشن اکشردھام — اکشردھام مندر پر دہشت گردانہ حملہ Rs 250
انجم زمرد حبیب	قیدی نمبر100: بھارتی زنداں کے شب و روز Rs 200
اعظم شہاب	بھگوا دہشت گردی اور مسلمان Rs 300
کرامت اللہ غوری	بارِ شناسائی - کچھ لوگ، کچھ یادیں، کچھ تذکرے - ان شخصیات کے جنہوں نے پاکستان کی تاریخ بنائی اور بگاڑی Rs 200
نسیمہ ہُرزُک	ستاروں سے آگے : ایک پر عزیمت خاتون کی خود نوشت داستان Rs 150
سبھاش گتاڑے	گوڈسے کی اولاد : بھارت میں بھگوا دہشت گردی Rs 300
ایس۔ام۔ مشرف	کرکرے کے قاتل کون؟ ہندوستان میں دہشت گردی کا اصل چہرہ Rs 200
ظفر الاسلام خان	اصولِ تحقیق جدید رِسرچ کے اصول و ضوابط Rs 120
ظفر الاسلام خان	دستاویزات مشاورت 1964-2015 ، Rs 1000
فضا اعظمی	Rs 120، The Agony Trail (Urdu/English) عذابِ ہمسائیگی
Rizwan Ullah	Rs 200 عکسِ خیال My Reflections (poetry) (Urdu/Eng)

HINDI BOOKS

आरबी श्रीकुमार	गुजरात पर्दे के पीछे Rs 250 (लेखक: आईपीएस (Retd), गुजरात केडर)
अब्दुल वाहिद शैख़	बेगुनाह क़ैदी — आतंकवाद के झूठे मुक़द्दमों में फंसाये गये मुस्लिम नौजवानों की दास्तान Rs 300

राम पुनियानी	अम्बेडकर और हिंदुत्व राजनीति Rs 60
शम्सुल इस्लाम	आर.एस.एस को पहचानें: उसके अपने दस्तावेज़ों पर आधारित Rs 60
आज़म शहाब	भगवा आतंकवाद और मुसलमान Rs 300
युगलकिशोर शास्त्री	रामजन्मभूमि बनाम बाबरी मस्जिद: मिथक एवं तथ् Rs 40
एस. एम. मुशरिफ़	26/11 की जांच – न्यायपालिका भी क्यों नाकाम रही? *(महत्वपूर्ण घटनाओं की फुटेज की डी वी डी के साथ)* Rs 275
एस. एम. मुशरिफ़	आर एस एस देश का सबसे बड़ा आतंकवादी संगठन Rs 50
एस. एम. मुशरिफ़	करकरे के हत्यारे कौन? भारत में आतंकवाद का असली चेहरा Rs 250
राजीव, शाहनवाज़	ऑपरेशन अक्षरधाम : अक्षरधाम मंदिर पर आतंकी हमला Rs 250
अंजुम ज़मुर्रद हबीब	क़ैदी नम्बर 100: कारागार के दिन-रात Rs 200

GUJARATI BOOKS

લેખક : એસ. એમ. મુશરીફ	કરકરેના કાતિલો કોણ? ભારત મા આતંકવાદનો અસલી ચેહરો Rs 250
આર.બી. શ્રીકુમાર	પડદા પાછળનું ગુજરાત Rs 250

ARABIC BOOKS

ظفر الإسلام خان	ولي الله الدهلوي Rs 20
إقبال أحمد خان	ما هو الربا؟ Rs 180
مصطفى روشاش	أحكام الشركات فى الفقه الإسلامي Rs 600

Forthcoming Titles / आगामी प्रकाशन / جلد آنے والی کتابیں

Altaf Ahmad Azmi, *The Contours of the Islamic state*

White Paper on Terrorism (Edited by Dr Zafarul-Islam Khan)

Mufti Abdul Qayyum, *Eleven years behind the bars* (English)

Mohammed Sultan Sayyed, *Death to one, life to another for a blast which never occurred*

مفتی عبدالقیوم، 11 سال سلاخوں کے پیچھے

Urdu translation of *Being the Other: The Muslim in India* by Saeed Naqvi

Urdu translation of *October Coup: A Memoir of the Struggle for Hyderabad* by Mohammed Hyder

شمس الاسلام، تقسیم مخالف مسلمان

शम्सुल इस्लाम, भारतीय स्वतंत्रता आंदोलन और आरएसएस: एक विश्वासघात की कथा

शम्सुल इस्लाम, विभाजन विरोधी मुसलमान

For latest list of publications please visit
www.pharosmedia.com
फ़ोन करें / Call 0-9818120669

فاروس میڈیا کی دیگر اردو مطبوعات PHAROS MEDIA TITLES IN URDU

بے گناہ قیدی : دہشت گردی کے جھوٹے مقدمات میں پھنسائے گئے مسلم نوجوانوں کی داستان	عبدالواحد شیخ
رِبا کیا ہے؟ : اسلامی معاشیات میں سب سے زیادہ غلطی کی شکار اصطلاح	اقبال احمد خان سہیل
آر۔ایس۔ایس : ملک کی سب سے بڑی دہشت گرد تنظیم	ایس۔ام۔ مشرف
مسلم مجلس مشاورت: ایک مختصر تاریخ	محمد علم اللہ
آپریشن اکشردھام — اکشردھام مندر پر دہشت گردانہ حملہ	شاہنواز ، راجیو یادو
قیدی نمبر100: بھارتی زنداں کے شب و روز	انجم زمرد حبیب
بھگواد ہشت گردی اور مسلمان	اعظم شہاب
بارِ شناسائی -کچھ لوگ، کچھ یادیں، کچھ تذکرے-ان شخصیات کے جنہوں نے پاکستان کی تاریخ بنائی اور بگاڑی	کرامت اللہ غوری
ستاروں سے آگے : ایک پر عزیمت خاتون کی خود نوشت داستان	نسیمہ ہُرزُک
گوڈسے کی اولاد : بھارت میں بھگواد ہشت گردی	سبھاش گتاڑے
کرکرے کے قاتل کون؟ ہندوستان میں دہشت گردی کا اصل چہرہ	ایس۔ام۔ مشرف
اصولِ تحقیق جدید رِسرچ کے اصول و ضوابط	ظفرالاسلام خان
عذابِ ہمسائیگی The Agony Trail (Urdu/English)	فضا اعظمی

ڈاکٹر شمس الاسلام دہلی یونیوسٹی میں سیاسیات پڑھاتے رہے ہیں اور نکڑ ناٹک تحریک کے سربراہ ہیں۔ انہوں نے ایک مصنف، صحافی اور کالم نگار کے طور پر ساری دنیا اور خاص کر برصغیر میں مذہبی تعصب، غیر انسانی، سامراج دادی منصوبوں، عورتوں اور دلتوں کے استحصال کے خلاف ہندی، اردو اور انگریزی میں مسلسل لکھا ہے۔ وہ دنیا اور ہندوستان میں قوم پرستی کی ابتدا اور ارتقا سے متعلق بنادی تحقیقی کاموں کے لئے دنیا بھر میں جانے جاتے ہیں۔

PHAROSMEDIA.COM
TEL. 011-26947483
011-26942883

ISBN-10: 81-7221-086-8
ISBN-13: 978-81-7221-086-1

9 788172 210861

Pharos Media & Publishing (P) Ltd
Tel. 011-26947483, 011-26952825
books@pharosmedia.com
www.pharosmedia.com

فاروس